وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور

لندن * ھیوسٹن * نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (009661) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

www.islamiurdubook.blogspot.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارة نمبر بایيس 22

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ

بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

www.islamiurdubook.blogspot.com

پارۃ نمبر بابیس 22

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۳۳	سورۃ الأحزاب	2144	۲۱ - ۲۲
۳۴	سورۃ سبا	2176	۲۲
۳۵	سورۃ فاطر	2208	۲۲
۳۶	سورۃ یٰسٓ	2233	۲۲ - ۲۳

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ

اور جو فرماں برداری کرے تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور عمل کرے نیک تو دیں گے ہم اسے اس کا اجر دو بار

وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

اور تیار کیا ہے ہم نے اس کے لیے رزق عزت کا ○

﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ﴾ یعنی تم میں جو کوئی اطاعت شعار ہوگی ﴿لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ''اللہ کی اور اس کے رسول کی اور وہ نیک عمل کرے گی۔'' خواہ وہ عمل تھوڑا ہو یا بہت ﴿نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ﴾ ''ہم اسے دگنا اجر دیں گے'' یعنی وہ اجر جو ہم دوسروں کو عطا کرتے ہیں' ان کو اُن سے دوگنا اجر عطا کریں گے ﴿وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾ ''اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔'' اس سے مراد جنت ہے' چنانچہ ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی' نیک عمل کیے تو اس سے ان کا اجر وثواب بھی معلوم ہو گیا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

اے نبی کی بیویو! نہیں ہو تم مانند کسی ایک کے عورتوں میں سے اگر تم تقویٰ اختیار کرو' پس نہ نزاکت اختیار کرو تم بات چیت میں

فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

کہ طمع کرنے لگے وہ شخص جس کے دل میں روگ (ہوس) ہو اور کہو تم بات معقول ○ اور ٹک کر رہو تم اپنے گھروں میں

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ

اور نہ زیب و زینت ظاہر کرو (مانند) زینت ظاہر کرنے کے جاہلیت اُولیٰ میں اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی' بے شک چاہتا ہے اللہ کہ دور کر دے وہ تم سے ناپاکی اے (نبی کے) گھر والو! اور پاک کر دے تمھیں

تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ

پوری طرح پاک کرنا ○ اور یاد کرو تم' جو پڑھی جاتی ہیں تمھارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت سے'

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

بلاشبہ اللہ ہے نہایت باریک بین' بڑا باخبر ○

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' یہ تمام ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ ﴿لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾ ''تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو' اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' کیونکہ اس طرح تمھیں تمام عورتوں پر فوقیت حاصل ہوگی اور کوئی عورت تمھارے درجے کو نہیں پہنچ سکے گی۔ پس ازواج رسول نے تقویٰ کی

اس کے تمام وسائل اور مقاصد کے ساتھ تکمیل کی' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام حرام وسائل کو منقطع کرنے میں ان کی راہنمائی فرمائی اور فرمایا: ﴿فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ﴾ ''پس تم نزاکت کے ساتھ بات نہ کرو۔'' یعنی مردوں کے ساتھ مخاطب ہوتے ہوئے یا اس وقت کہ لوگ تمھاری گفتگو سن رہے ہوں اور تم دھیمے لہجے اور رغبت دلانے والی نرم کلامی سے گفتگو کرو تو ہو سکتا ہے کہ تمھاری طرف مائل ہو جائے ﴿الَّذِيۡ فِيۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ﴾ ''وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے۔'' یعنی شہوت زنا کا مرض۔ بے شک ایسا شخص تیار رہتا ہے اور کسی ادنیٰ سے محرک کا منتظر رہتا ہے جو اس کو متحرک کر دے کیونکہ اس کا قلب صحت مند نہیں اور صحت مند قلب میں کسی ایسی چیز کی شہوت نہیں ہوتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو۔ اس کے قلب کے صحت مند اور مرض سے سلامت ہونے کی وجہ سے اسباب گناہ اسے حرام شہوت کے لیے متحرک کر سکتے ہیں نہ اسے اس کی طرف مائل کر سکتے ہیں' بخلاف اس قلب کے جو مریض ہے۔ وہ اس چیز کا متحمل نہیں ہو سکتا جس کا متحمل ایک صحت مند قلب ہو سکتا ہے' وہ اس چیز پر صبر نہیں کر سکتا جس پر ایک صحت مند صبر کر سکتا ہے، لہٰذا اگر ایک ادنیٰ سا سبب بھی اسے حرام کی طرف دعوت دے تو وہ اس کی دعوت پر لبیک کہے گا اور اس کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ وسائل کے احکام بھی وہی ہیں جو مقاصد کے احکام ہیں کیونکہ دھیمے لہجے میں بات کرنا اور نرم کلامی' اصل میں مباح ہیں چونکہ اس قسم کی نرم کلامی حرام کردہ امر کے لیے وسیلہ بن سکتی ہے اس لیے اس سے روک دیا گیا' اس لیے عورت کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ مردوں سے مخاطب ہوتے وقت نرم لہجے میں بات نہ کرے۔ چونکہ انھیں نرم لہجے میں بات کرنے سے روکا گیا ہے اس لیے بسا اوقات یہ وہم لاحق ہو سکتا ہے کہ انھیں درشت کلامی کا حکم ہے چنانچہ اس وہم کو اس ارشاد کے ذریعے سے دور کیا گیا ہے: ﴿وَّقُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا﴾ ''اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔'' یعنی جس طرح دھیما پن اور نرم کلامی نہیں ہونی چاہیے اسی طرح درشت لہجے اور بد اخلاقی پر مشتمل کلام بھی نہیں ہونا چاہیے۔

غور کیجیے کیسے ارشاد فرمایا: ﴿فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ﴾ ''نزاکت کے ساتھ بات نہ کرو'' اور یہ نہیں کہا: فلا تـلـن بالقول ''بات کرنے میں نرمی نہ کرو۔'' یعنی نرم کلامی سے منع نہیں کیا بلکہ ایسی نرم کلامی ممنوع ہے جس میں مرد کے لیے عورت کی اطاعت اور اس کے انکسار کی جھلک ہو۔ اطاعت مند اور جھکنے والے کے بارے میں کسی قسم کا طمع کیا جا سکتا ہے بخلاف اس شخص کے جو کوئی ایسے نرم لہجے میں بات کرتا ہے' جس میں اطاعت اور جھکاؤ کی جھلک نہیں ہوتی بلکہ اس میں ترفع اور مد مقابل کے لیے سختی ہوتی ہے تو اس شخص کے بارے میں مد مقابل کوئی طمع نہیں کر سکتا' (ورنہ نرمی تو مطلوب ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی نرم مزاجی کی مدح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ﴾ (آل عمران: ۱۵۹/۳) ''پس اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع

ہوئے ہیں۔'' حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ اِذۡهَبَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۞ فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوۡ يَخۡشٰى ﴾ (طٰـٰہٰ: ۲۰/۴۳۔۴۴) ''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿ فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ ﴾ ''تو جس کے دل میں روگ ہے وہ کوئی بُرا خیال کرے۔'' اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دینا' شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں کی مدح و ثنا اور اس کا زنا کے قریب جانے سے منع کرنا یہ سب کچھ دلالت کرتا ہے کہ بندے کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ اپنے نفس کو اس حالت میں دیکھے کہ وہ کسی حرام فعل کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یا کسی محبوب ہستی کا کلام سن کر خوش ہوتا ہے اور اپنے اندر طمع کے داعیے کو حرام کی طرف رخ کرتے ہوئے پاتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مرض ہے۔وہ اس مرض کو کمزور کرنے' ردی خیالات کا قلع قمع کرنے' اس خطرناک مرض سے نفس کو محفوظ کرنے کی پوری جدوجہد کرے اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت اور توفیق کا سوال کرتا رہے۔ یہ بھی شرم گاہ کی حفاظت کے زمرے میں آتا ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَقَرۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ ﴾ اپنے گھروں میں قرار پکڑو یہ تمھارے لیے زیادہ حفاظت اور سلامتی کا مقام ہے ﴿ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى ﴾ اور بناؤ سنگار کر کے اور خوشبو لگا کر بہت زیادہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلا کرو' جیسا کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی جن کے پاس علم تھا نہ دین۔ یہ حکم شر اور اس کے اسباب کو روکنے کے لیے ہے۔اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر انھیں تقویٰ اور تقویٰ کی جزئیات کا حکم دینے کے بعد' اسے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کیونکہ عورتیں اس کی سب سے زیادہ محتاج ہوتی ہیں۔اسی طرح اس نے انھیں اطاعت کا حکم دیا' خاص طور پر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جن کی ضرورت ہر شخص کو ہوتی ہے۔نماز اور زکوٰۃ سب سے بڑی عبادتیں اور جلیل القدر نیکیاں ہیں۔نماز کے اندر معبود کے لیے اخلاص اور زکوٰۃ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احسان ہے۔ پھر ان کو عمومی اطاعت کا حکم دیا' فرمایا: ﴿ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ﴾ ''اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی۔'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہر قسم کا معاملہ داخل ہے' خواہ اس کا حکم وجوب کے طور پر دیا گیا ہو یا استحباب کے طور پر۔

﴿ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے تمھیں جن چیزوں کا حکم دیا اور جن امور سے منع کیا' اس کا مقصد صرف یہ ہے ﴿ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ ﴾ کہ وہ تم سے گندگی' شر اور ناپاکی کو دور کر دے ﴿ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ﴾ ''اے نبی کی گھر والیو! اور تمھیں خوب پاک کر دے۔'' یہاں تک کہ تم سب طاہر اور مطہر بن جاؤ۔ پس تم ان اوامر و نواہی پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو' جن کی مصلحتوں کے بارے میں تمھیں آگاہ فرمایا کہ وہ محض تمھارے فائدے کے لیے ہیں' ان اوامر و نواہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمھیں کسی

مشقت اور تنگی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تمھارے نفوس کا تزکیہ' تمھارے اخلاق کی تطہیر اور تمھارے اعمال کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اور اس طرح تمھارے اجر کو بڑا کرنا مقصود ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازواج مطہرات کو عمل کا حکم دیا جو فعل و ترک پر مشتمل ہے تو پھر انھیں علم حاصل کرنے کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بیان فرمایا' لہٰذا فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔'' یہاں آیات الٰہی سے مراد قرآن' حکمت سے مراد قرآن کے اسرار اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا جو تلاوت قرآن کے ذریعے سے لفظی ذکر' اس کے معانی میں غور و فکر' اس کے احکام اور اس کی حکمتوں کے استخراج' اس پر عمل اور اس کی تاویل کے ذکر کو شامل ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین، خبردار ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمام معاملات کے اسرار نہاں' سینوں کے بھید' آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی تمام چیزوں اور تمام کھلے چھپے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اس کا لطف و کرم اور خبر گیری اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ انھیں اخلاص للہ اور اعمال کو چھپانے کی ترغیب دے' نیز تقاضا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی جزا دے۔ (اَللَّطِيْفُ) اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو اپنے بندے کو ایسے مخفی طریقے سے بھلائی عطا کرتی ہے اور شر سے بچاتی ہے' جس کا اسے شعور تک نہیں ہوتا' وہ اسے اس طرح رزق عطا کرتی ہے کہ اسے اس کا ادراک تک نہیں ہوتا اور وہ اسے ایسے اسباب دکھاتی ہے جسے نفس ناپسند کرتے ہیں' مگر یہ اسباب اس کے لیے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں' فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں'

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ

راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں' خشوع کرنیوالے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں'

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ

صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں' روزے دار مرد اور روزے دار عورتیں اور حفاظت کرنیوالے مرد اپنی شرم گاہوں کی

وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰهُ

اور حفاظت کرنے والی عورتیں' اور ذکر کرنیوالے مرد اللہ کا کثرت سے اور ذکر کرنے والی عورتیں' تیار کر رکھی ہے اللہ نے

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۳۵

ان کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے ثواب اور (بفرض محال عدم اطاعت کی صورت میں) عذاب کا ذکر کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ ان جیسی کوئی عورت نہیں تو اس کے بعد ان کے علاوہ دیگر عورتوں کا ذکر کیا۔ چونکہ عورتوں اور مردوں کا ایک ہی حکم ہے اس لیے دونوں کے لیے مشترک بیان کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ﴾ ''بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں'' یہ شریعت کے ظاہری احکام کے بارے میں ہے جبکہ وہ اسے قائم کریں۔ ﴿ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾ ''اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں۔'' یہ باطنی امور کے بارے میں ہے مثلاً عقائد اور اعمال قلوب وغیرہ۔ ﴿ وَالْقٰنِتِيْنَ ﴾ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے مرد ﴿ وَالْقٰنِتٰتِ ﴾ ''اور اطاعت کرنے والی عورتیں'' ﴿ وَالصّٰدِقِيْنَ ﴾ اور سچ بولنے والے مرد'' اپنے قول وفعل میں ﴿ وَالصّٰدِقٰتِ ﴾ ''اور سچ بولنے والی عورتیں۔'' ﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''اور صبر کرنے والے مرد'' مصائب وآلام پر ﴿ وَالصّٰبِرٰتِ ﴾ ''اور صبر کرنے والی عورتیں'' ﴿ وَالْخٰشِعِيْنَ ﴾ ''اور وہ مرد جو عاجزی کرتے ہیں'' اپنے تمام احوال میں' خاص طور پر عبادات میں اور عبادات میں سے خاص طور پر نمازوں میں ﴿ وَالْخٰشِعٰتِ ﴾ ''اور عاجزی کرنے والی عورتیں۔'' ﴿ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴾ ''اور وہ مرد جو صدقہ دیتے ہیں'' خواہ یہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔ ﴿ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ ﴾ ''اور صدقہ دینے والی عورتیں'' ﴿ وَالصَّآئِمِيْنَ ﴾ اور روزہ رکھنے والے مرد'' ﴿ وَالصّٰٓئِمٰتِ ﴾ ''اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔'' یہ فرض اور نفل تمام روزوں کو شامل ہے۔ ﴿ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ ﴾ زنا اور مقدمات زنا سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد ﴿ وَالْحٰفِظٰتِ ﴾ ''اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔'' ﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ اور اپنے اکثر اوقات میں' خصوصاً مقررہ اذکار کے اوقات میں مثلاً صبح وشام یا فرض نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد ﴿ وَّالذّٰكِرٰتِ ﴾ ''اور ذکر کرنے والی عورتیں۔''

﴿ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ ''اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی ان لوگوں کے لیے جو ان صفات جمیلہ اور مناقب جلیلہ سے متصف ہیں۔ یہ امور اعتقادات' اعمال قلوب' اعمال جوارح' اقوال لسان' دوسروں کو نفع پہنچانے' بھلائی کے کام کرنے اور شر کو ترک کرنے پر مشتمل ہیں۔ جو کوئی متذکرہ صدر امور پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ ظاہری اور باطنی طور پر تمام دین کو قائم کرتا ہے یعنی وہ اسلام' ایمان اور احسان پر عمل کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی یہ جزا دی کہ ان کے گناہوں کو بخش دیا' کیونکہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں ﴿ وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ اور ان کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا اندازہ صرف وہی کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔ وہ ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کے خیال کا گزر ہوا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ

اور نہیں ہے لائق واسطے کسی مومن اور نہ کسی مومنہ کے جب فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا‘ یہ کہ ہو (اس کے بعد) ان کیلئے

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ ﴿۳۶﴾

اختیار ان کے معاملے میں اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو تحقیق گمراہ ہو گیا وہ گمراہ ظاہر ○

جو شخص ایمان سے متصف ہے اس کے لیے اس کے سوا اور کچھ مناسب نہیں کہ وہ فوراً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کی طرف سبقت کرے‘ ان کی ناراضی سے بچے‘ ان کے حکم کی تعمیل کرے اور جس کام سے وہ روک دیں‘ اس سے اجتناب کرے۔ کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لائق نہیں کہ ﴿اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا﴾ ”جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں کوئی حتمی فیصلہ کر دیں“ اور اس کی تعمیل کو لازم قرار دے دیں تو ﴿اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ”ان کے لیے اس فیصلے پر عمل کا اختیار باقی رہے“ کہ آیا وہ اس کام کو کریں یا نہ کریں؟ بلکہ مومن مرد اور مومن عورتیں جانتے ہیں کہ رسول ﷺ ان کی جانوں سے بڑھ کر عزیز ہیں‘ اس لیے وہ اپنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان‘ اپنی کسی خواہشِ نفس کو حجاب نہ بنائیں۔

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہ ہو گیا۔“ یعنی وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا کیونکہ اس نے صراط مستقیم کو ترک کر کے‘ جو اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کے گھر تک جاتا ہے‘ دوسرا راستہ اختیار کر لیا جو دردناک عذاب تک پہنچتا ہے۔

سب سے پہلے اس سبب کا ذکر کیا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم سے عدم معارضہ کا موجب ہے اور وہ ہے ایمان‘ پھر اس سے مانع کا ذکر فرمایا اور وہ ہے گمراہی سے ڈرانا‘ جو عذاب اور سزا پر دلالت کرتا ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ

اور (یاد کریں) جب آپ کہتے تھے اس شخص سے کہ انعام کیا اللہ نے اس پر اور انعام کیا تھا آپ نے بھی اس پر‘ کہ روکے رکھ تو اپنے پاس اپنی بیوی

وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ

اور ڈر اللہ سے اور چھپاتے تھے آپ اپنے دل میں وہ بات کہ اللہ ظاہر کرنے والا تھا اسے اور ڈرتے تھے آپ لوگوں سے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے یہ کہ

تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

ڈریں آپ اس سے‘ پس جب پوری کر لی زید نے اس سے (اپنی) حاجت تو نکاح کر دیا ہم نے آپ کا اس سے‘ تاکہ نہ ہو مومنوں پر

حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

کوئی حرج اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کر لینے) میں جب پوری کر لیں وہ ان سے (اپنی) حاجت‘ اور ہے حکم اللہ کا (پورا) کیا ہوا ○

ان آیات کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ایک عام قانون مشروع کرنے کا

ارادہ فرمایا کہ منہ بولے بیٹے' تمام وجوہ سے' حقیقی بیٹوں کے حکم میں داخل نہیں ہیں اوران کی بیویوں کے ساتھ' متبنٰی بنانے والوں کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ معاملہ ان امور عادیہ میں شمار ہوتا تھا جو کسی بہت بڑے حادثے کے بغیر ختم نہیں ہوسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ یہ قانون رسول (ﷺ) کے قول وفعل کے ذریعے سے وجود میں آئے اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی سبب مقرر کردیتا ہے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ''زید بن محمد'' کہہ کر پکارا جاتا تھا جنھیں نبی مصطفی ﷺ نے اپنا متبنٰی بنایا تھا۔ ان کو ''زید بن محمد'' کہا جاتا رہا حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ ﴾ (الاحزاب:۳۳/۵) ''ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔'' تب ان کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہا جانے لگا۔ ان کی بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ کو بذریعہ وحی مطلع کردیا گیا تھا کہ زید نے طلاق دے دینی ہے اور اس کے بعد اس کا نکاح آپ سے کردیا جائے گا۔ اس وحی الٰہی کی وجہ سے آپ ﷺ یہ یقین رکھتے تھے کہ زید کے طلاق دینے کے بعد آپ اس سے نکاح کرلیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدر کردیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ ایسے واقعات ہوئے جن کی بنا پر زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کی اجازت طلب کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ﴾ ''جب آپ اس شخص سے' جس پر اللہ نے احسان کیا' کہہ رہے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام سے سرفراز فرمایا ﴿ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ ''اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا تھا۔'' یعنی آپ نے اس کو آزادی عطا کرکے اور ارشاد وتعلیم کے ذریعے سے اس پر احسان فرمایا تھا۔ جب زید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں مشورہ طلب کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ نے اس کی خیر خواہی کرتے اور اس کو اس کی مصلحت سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ ﴾ ''اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔'' یعنی اسے طلاق نہ دے اس کی طرف سے تمھیں جو کوئی تکلیف پہنچی ہے اس پر صبر کر۔ ﴿ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ اپنے عام معاملات میں اور خاص طور پر اپنی بیوی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر' کیونکہ تقویٰ صبر پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا حکم دیتا ہے۔ ﴿ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ ﴾ ''اور آپ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ رکھتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔'' جو چیز آپ نے اپنے دل میں چھپائی ہوئی تھی وہ یہی تھی جس کی اطلاع آپ کو بذریعہ وحی دی گئی تھی کہ اگر زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے تو آپ اس سے نکاح کرلیں گے۔ ﴿ وَتَخْشَى النَّاسَ ﴾ ''اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے'' اس چیز کے عدم ظہور کے معاملے میں جو آپ کے دل میں ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ﴾ ''حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں'' کیونکہ اس کا خوف ہر بھلائی کے عطا ہونے کا سبب اور ہر برائی کے

روکنے کا ذریعہ ہے۔

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا ﴾ ”پس جب زید نے اس سے اپنی ضرورت پوری کر لی۔“ یعنی جب زید رضی اللہ عنہ نے خوش دلی سے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں بے رغبتی کے باعث طلاق دے دی ﴿ زَوَّجْنٰكَهَا ﴾ ”تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا“ اور ہم نے یہ سب کچھ ایک عظیم فائدے کے لیے کیا ﴿ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ ﴾ ”تاکہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی حرج نہ رہے۔“ یہ دیکھ کر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ سے نکاح کر لیا ہے جو اس سے قبل آپ کا منہ بولا بیٹا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ ﴾ تمام احوال میں عام ہے جب کہ بعض احوال میں ایسا کرنا جائز نہیں ہوتا اور وہ حالت حاجت پوری ہونے سے پہلے کی حالت ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے ساتھ اسے مقید کر دیا کہ ﴿ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴾ ”جب وہ ان سے اپنی ضرورت پوری کر چکیں' اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا تھا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے اور اس کے لیے کوئی رکاوٹ اور کوئی مانع نہیں بن سکتا۔

ان آیات کریمہ سے' جو اس واقعے پر مشتمل ہیں' متعدد نکات مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) ان آیات کریمہ میں دو لحاظ سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مدح کی گئی ہے۔

(أ) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کا نام ذکر کیا ہے جبکہ آپ کے علاوہ صحابہ میں سے کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں مذکور نہیں۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے زید رضی اللہ عنہ کو نعمت سے نوازا یعنی اسلام اور ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہی ہے کہ زید ظاہری اور باطنی طور پر مسلمان اور مومن تھے ورنہ اس نعمت کو ان کے ساتھ مختص کرنے کی کوئی وجہ نہیں' سوائے اس کے کہ اس سے مراد نعمت خاص ہے۔

(۲) جس شخص کو آزاد کیا گیا ہو وہ آزاد کرنے والے کا ممنونِ نعمت ہے۔

(۳) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے جیسا کہ اس کی تصریح کی گئی ہے۔

(۴) ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عملی تعلیم' قولی تعلیم سے زیادہ بلیغ اور مؤثر ہے خاص طور پر جب عملی تعلیم قولی تعلیم سے مقرون ہو تو پھر ”سونے پہ سہاگہ“ ہے۔

(۵) بندے کے دل میں اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی اور عورت کی رغبت کا پیدا ہو جانا قابل گرفت نہیں ہے' مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ رغبت یا محبت فعل حرام سے مقرون نہ ہو۔ بندہ اس محبت پر گناہ گار نہیں خواہ اس

کی یہ آرزو ہی کیوں نہ ہو کہ اگر اس کا شوہر اسے طلاق دے دے تو وہ اس سے نکاح کرے گا' مگر وہ کسی بھی سبب سے ان کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے کوشش نہ کرے۔

(۶) ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو واضح طریقے سے پہنچا دیا۔ آپ کی طرف جو کچھ بھی وحی کیا گیا وہ سب پہنچا دیا اور کچھ بھی باقی نہیں رکھا حتی کہ وہ حکم بھی پہنچایا جس میں آپ پر عتاب کیا گیا تھا اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہی بات کہتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور آپ اپنی بڑائی نہیں چاہتے۔

(۷) آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے' جب بھی کسی معاملے میں اس سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ اپنے علم کے مطابق بہترین مشورہ دے اور مشورہ طلب کرنے والے کے مفاد کو اپنی خواہش نفس اور اپنی غرض پر مقدم رکھے' خواہ اس میں اس کا اپنا حظ نفس ہی کیوں نہ ہو۔

(۸) جو کوئی اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے مشورہ طلب کرتا ہے' اس کے لیے بہترین رائے یہ ہے کہ جہاں تک اصلاح احوال ممکن ہو' اس کو اپنی بیوی کو طلاق نہ دینے کا مشورہ دیا جائے کیونکہ بیوی کو اپنے پاس رکھنا' طلاق دینے سے بہتر ہے۔

(۹) یہ بات متعین ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو لوگوں کے خوف پر مقدم رکھے اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہی زیادہ لائق اور اولیٰ ہے۔

(۱۰) ان آیات کریمہ سے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ ان کے نکاح کی اللہ تعالیٰ نے سرپرستی فرمائی جس میں کوئی خطبہ تھا نہ گواہ۔ بنا بریں زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر فخر کا اظہار کیا کرتی تھیں' فرمایا کرتی تھیں: ''تمھارا نکاح تمھارے گھر والوں نے کیا ہے میرا نکاح سات آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔''[1]

(۱۱) ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر عورت شادی شدہ ہو اور اس کا شوہر موجود ہو تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ اس کے اسباب میں کوشش کرنا جائز ہے جب تک اس کا شوہر اس سے اپنی حاجت پوری نہ کرے اور اس کی حاجت اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ طلاق کی عدت پوری نہ ہو جائے کیونکہ عورت عدت کے ختم ہونے تک اپنے خاوند کی حفاظت میں ہوتی ہے خواہ کسی بھی پہلو سے ہو۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ط سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

اور نہیں ہے اوپر نبی کے کوئی حرج اس بات میں جو فرض (مقدر) کر دی اللہ نے اس کیلئے (یہ) طریقہ الٰہی (رہا) ہے ان لوگوں (انبیاء) میں جو

[1] صحيح البخاري' التوحيد' باب ﴿ وكان عرشه على الماء﴾ ح: ٧٤٢٠۔

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ

گزر گئے اس سے قبل اور ہے حکم اللہ کا اندازہ مقرر کیا ہوا ○ وہ لوگ (انبیاء) جو پہنچاتے ہیں پیغام

اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

اللہ کے اور وہ ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں وہ ڈرتے کسی سے بھی سوائے اللہ کے، اور کافی ہے اللہ حساب لینے والا ○

یہ ان لوگوں کا جواب ہے جو کثرت ازواج کے ضمن میں آپ ﷺ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں جب کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''نبی پر کوئی حرج نہیں ہے،'' یعنی کوئی گناہ نہیں ہے ﴿فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ ''ان چیزوں میں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو بیویاں مقرر کی ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کثرت ازواج کو اسی طرح مباح کیا ہے جس طرح آپ سے پہلے دیگر انبیاء کے لیے مباح کیا، اس لیے فرمایا: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ ''جو لوگ پہلے گزر گئے ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا ہے۔'' یعنی اس کا وقوع پذیر ہونا ضروری ہے۔ پھر ذکر فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں جن کی یہ عادت اور سنت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں ﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں۔'' جو بندوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے دلائل و براہین کی تلاوت کرتے ہیں اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ﴿وَيَخْشَوْنَهٗ﴾ وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک سے ڈرتے ہیں ﴿وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا﴾ ''اور وہ (اللہ کے سوا) کسی سے نہیں ڈرتے۔''

یہ انبیائے معصومین کی سنت میں شامل ہے جنہوں نے اپنا وظیفہ ادا کر دیا اور اسے مکمل طور پر قائم کیا اور وہ وظیفہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اور صرف اسی کی خشیت کی ترغیب دینا ہے جو ہر فعل مامور کو بجالانے اور فعل محظور سے اجتناب کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس میں کسی طرح بھی کوئی نقص نہیں۔ ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا محاسبہ کرنے اور ان کے اعمال کی نگرانی کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح تمام انبیاء و مرسلین کی سنت ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

نہیں ہیں محمد (ﷺ) باپ کسی کے تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہیں اللہ کے اور خاتم ہیں نبیوں کے

ع ۵ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

اور ہے اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ○

نہیں ہیں رسول اللہ ﴿مُحَمَّدٌ﴾ حضرت محمد ﷺ ﴿اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''تمہارے مردوں میں

سے کسی کے باپ۔'' اس سے آپ ﷺ کی طرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا انتساب منقطع ہو گیا۔

جب یہ نفی تمام احوال میں عام ہے تو اگر لفظ کو اپنے ظاہری معنوں پر محمول کیا جائے' یعنی آپ ﷺ نسب کے اعتبار سے کسی کے باپ ہیں نہ کسی منہ بولے بیٹے کے باپ ہیں جب کہ گزشتہ سطور میں یہ بات متحقق ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مومنوں کے باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں' اس لیے احتراز فرمایا' تاکہ یہ نوع متذکرہ صدر عموم نہی میں داخل نہ ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ ''بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔'' یہ آپ کا مرتبہ مطاع ومتبوع کا مرتبہ ہے۔ آپ پر ایمان لانے والا آپ کی پیروی کرتا ہے' آپ کی محبت کو ہر کسی کی محبت پر مقدم کرتا ہے۔ آپ اہل ایمان کے خیر خواہ ہیں' اپنی خیر خواہی اور حسن سلوک کی بناء پر گویا آپ ان کے باپ ہیں۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ ''اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔'' یعنی اس کے علم نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت کی ذمہ داری کسے عطا کرے؟ کون اس کے فضل وکرم کا اہل اور کون اہل نہیں ہے؟

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یاد کرو اللہ کو یاد کرنا بہت زیادہ ○ اور تسبیح بیان کرو تم اس کی صبح و شام ○

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ

وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اسکے فرشتے (رحمت کی دعا کرتے ہیں) تاکہ وہ نکالے تمہیں اندھیروں سے روشنی کیطرف اور ہے وہ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ

مومنوں پر بہت رحم کرنے والا ○ ان کی دعا ہوگی جس دن ملیں گے وہ اس (اللہ) کو سلام

وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

اور تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لئے اجر عزت والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ تہلیل وتحمید اور تسبیح وتکبیر وغیرہ کے ذریعے سے کہ جن میں سے ہر کلمہ تقرب الٰہی کا وسیلہ ہے نہایت کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں۔ قلیل ترین ذکر یہ ہے کہ انسان صبح شام اور نمازوں کے بعد کے اذکار کا التزام کرے نیز مختلف عوارض اور اسباب کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ اور مناسب یہی ہے کہ تمام اوقات اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام کرے' کیونکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے سے عمل کرنے والا آرام کرتے ہوئے بھی سبقت لے جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے' بھلائی پر مددگار ہے اور زبان کو گندی باتوں سے باز رکھتا ہے۔

﴿ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو کیونکہ صبح اور شام دونوں فضیلت کے

حامل اوقات ہیں اوران میں عمل کرنا بھی نہایت سہل ہوتا ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا﴾ ''وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمھارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔'' یعنی اہل ایمان پر یہ اس کی بے پایاں رحمت اور لطف و کرم ہے کہ اس نے ان کو اپنی برکت، اپنی مدح و ثنا اور فرشتوں کی دعاؤں سے نوازا جو انھیں گناہوں اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان، توفیق، علم اور عمل کی روشنی میں لاتی ہیں۔ یہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اس نے اپنے اطاعت کیش بندوں کو سرفراز فرمایا۔ یہ نعمت ان سے اللہ تعالیٰ کے شکر اور کثرت کے ساتھ اس کے ذکر کا مطالبہ کرتی ہے جس نے ان پر رحم اور لطف و کرم کیا۔ اس کے عرش عظیم کو اٹھانے والے اور اس کے اردگرد موجود افضل ترین فرشتے اپنے رب کی تحمید کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝﴾ (المؤمن: ۴۰/۷-۹) ''اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم کے ساتھ ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، پس تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی اور انھیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! تو داخل کر ان کو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں، جن کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے اور ان کے والدین، بیویوں اور اولاد میں سے ان لوگوں کو بھی (ان جنتوں میں داخل کر) جو نیک ہیں۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے اور تو ان کو برائیوں سے بچا اور جس کو تو نے اس روز برائیوں سے بچا دیا، تو تو نے اس پر رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت اور نعمت دنیا میں ہے۔ ان پر آخرت میں جو رحمت ہوگی وہ جلیل ترین رحمت اور افضل ترین ثواب ہے اور یہ ہے اپنے رب کی رضا کے حصول میں فوز یاب ہونا، ان کے رب کی طرف سے سلام اس کے کلام جلیل کا سماع، اس کے چہرۂ مبارک کا دیدار اور بہت بڑے اجر کا حصول جس کو کوئی جان سکتا ہے نہ اس کی حقیقی معرفت حاصل کر سکتا ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کو وہ خود عطا کر دے، بنا بریں فرمایا: ﴿تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا﴾ ''جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے اجر کریم تیار کر رکھا ہے۔''

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝۴۵ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ

اے نبی! بلاشبہ ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا ۝ اور بلانے والا اللہ کی طرف

بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيۡرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ بِاَنَّ لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَضۡلًا

اسکے حکم سے اور چراغ روشن (بناکر)○ اور خوشخبری دے دیجئے مومنوں کو اس بات کی کہ بیشک ان کیلئے ہے اللہ کی طرف سے فضل

كَبِيۡرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَدَعۡ اَذٰٮهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ‌ ؕ

بہت بڑا○ اور نہ اطاعت کیجئے کافروں اور منافقوں کی اور نظر انداز کر دیجئے ان کی ایذاء رسانی کو اور توکل کیجئے اللہ پر،

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ﴿۴۸﴾

اور کافی ہے اللہ کارساز○

یہ صفات گرامی جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو موصوف کیا ہے، آپ کی رسالت کا مقصود و مطلوب اور اس کی بنیاد ہیں، جن سے آپ کو مختص کیا گیا اور وہ پانچ چیزیں ہیں:

(۱) ﴿شَاهِدًا﴾ یعنی آپ کا اپنی امت کے اچھے اور برے اعمال پر گواہ ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا﴾ (البقرہ:۲/۱۴۳) ''تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں۔'' اور فرمایا: ﴿فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا﴾ (النساء:۴/۴۱) ''پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ کو بلائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ کے طور پر طلب کریں گے۔''

(۲،۳) ﴿مُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا﴾ یہ مُبَشِّر اور مُنۡذِر کے ذکر کو، نیز جس چیز کی خوش خبری دی جائے اور جس سے ڈرایا جائے اور انذار و تبشیر والے اعمال کے ذکر کو مستلزم ہے۔ پس (اَلۡمُبَشَّرُ) ''جس کو خوش خبری دی گئی ہو'' سے مراد اہل ایمان اور اہل تقویٰ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع اور معاصی کو ترک کیا ہے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ہر قسم کے دینی اور دنیاوی ثواب کی بشارت ہے جو ایمان اور تقویٰ پر مترتب ہوتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ سب کچھ اعمال کی تفاصیل تقویٰ کے خصائل اور ثواب کی اقسام کے ذکر کو مستلزم ہے۔ (اَلۡمُنۡذَرُ) سے مراد مجرم، ظالم اور جاہل لوگ ہیں، جن کے لیے اس دنیا میں دینی اور دنیاوی عقوبات کے ذریعے سے ڈرانا ہے جو ظلم اور جہالت پر مترتب ہوتی ہیں اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والا دردناک عذاب ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ جو کتاب و سنت لائے ہیں یہ جملہ تفاصیل اسی پر مشتمل ہیں۔

(۴) ﴿دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا تاکہ آپ مخلوق کو ان کے رب کی طرف دعوت دیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کا شوق پیدا کریں اور ان کو اس کی عبادت کا حکم دیں جس کے لیے ان کو تخلیق کیا گیا ہے۔ یہ چیز ان امور پر استقامت کا تقاضا کرتی ہے جن کی دعوت دی گئی ہے اور

یہ چیز ان کے اپنے رب کی، اس کی صفات مقدسہ کے ذریعے سے معرفت اور جو صفات اس کے جلال کے لائق نہیں ان صفات سے اس کی ذات مقدس کی تنزیہ جیسے امور کی تفاصیل کا تذکرہ ہے جن کی طرف انھیں دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبودیت کی مختلف انواع، قریب ترین راستے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، ہر حق دار کو اس کا حق عطا کرنے کا ذکر کیا ہے، نیز اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ دعوت الی اللہ اپنے نفس کی تعظیم کے لیے نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جیسا کہ اس مقام پر بہت سے نفوس کو کبھی کبھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

(۵) ﴿سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ ''روشن چراغ'' یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ تمام مخلوق بہت بڑی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی جہاں روشنی کی کوئی کرن نہ تھی جس سے راہ نمائی حاصل کی جا سکتی، نہ کوئی علم تھا کہ اس جہالت میں کوئی دلیل مل سکتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کا پردہ چاک کر دیا، آپ کے ذریعے سے جہالتوں کے اندھیروں میں علم کی روشنی پھیلائی اور آپ کے ذریعے سے گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔

پس اہل استقامت کے لیے راستہ واضح ہو گیا اور وہ اس راہنما (ﷺ) کے پیچھے چل پڑے۔ انھوں نے اس کے ذریعے سے خیر و شر، اہل سعادت اور اہل شقاوت کو پہچان لیا۔ انھوں اپنے رب کی معرفت کے لیے اس سے روشنی حاصل کی اور انھوں نے اپنے رب کو اس کے اوصاف حمیدہ، افعال سدیدہ اور احکام رشیدہ کے ذریعے سے پہچان لیا۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾ ''آپ مومنوں کو خوش خبری سنا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ کے طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔'' اس جملے میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو خوش خبری دی گئی ہے اور وہ اہل ایمان ہیں۔ جب کہیں ایمان کو مفرد طور پر ذکر کیا جائے تو اس میں عمل صالح داخل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان امور کا بھی ذکر کیا جن کی خوش خبری دی گئی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اور جلیل القدر فضل، جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا مثلاً اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت، ہدایت قلوب، گناہوں کی بخشش، تکلیفوں کا دور ہونا، رزق کی کثرت اور ارزانی، خوش کن نعمتوں کا حصول، اپنے رب کی رضا اور اس کے ثواب کے حصول میں کامیابی اور اسکی ناراضی اور اس کے عذاب سے نجات۔ یہ وہ امور ہیں جن کے ذکر سے عمل کرنے والوں کو نشاط حاصل ہوتا ہے، جن سے وہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے میں مدد لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جیسا کہ یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ وہ ترہیب کے مقام پر عقوبتوں کا ذکر کرتا ہے جو ان افعال پر مترتب ہوتی ہیں جن سے ڈرایا گیا ہے تاکہ یہ ترہیب ان امور سے باز رہنے میں مدد دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

لوگوں میں سے ایک گروہ دعوت الی اللہ کا کام کرنے والے انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین کی راہ روکنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتا ہے۔ یہ وہ منافق ہیں جو ایمان کا اظہار کرتے ہیں جب کہ باطن میں درحقیقت کافر اور فاجر ہوتے ہیں اور وہ کفار ہیں جو ظاہر اور باطن میں کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی اطاعت کرنے سے روکا ہے اور ان کے برے منصوبوں سے ہوشیار کیا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ ''اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا'' یعنی کسی بھی ایسے معاملے میں ان کی بات نہ مانیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکے۔ یہ بات ان کو اذیت دینے کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ حکم یہ ہے کہ آپ ان کی اطاعت نہ کیجیے۔ ﴿ وَدَعْ اَذٰىهُمْ ﴾ ''اور انھیں اذیت پہنچانے کو ترک کر دیں'' کیونکہ یہ چیز ان کو قبول اسلام کی طرف بلاتی ہے' آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بہت سی اذیتوں سے بچاتی ہے۔ ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾ اپنے کام کی تکمیل اور اپنے دشمن کے خذلان میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔ ﴿ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴾ ''اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔'' بڑے بڑے امور اس کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ وہ ان کا انتظام کرتا ہے اور انھیں اپنے بندے کے لیے آسان کر دیتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب نکاح کرو تم مومن عورتوں سے' پھر طلاق دے دو تم ان کو' پہلے اس سے کہ

تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ

چھوؤ تم ان کو' تو نہیں ہے تمہارے لئے ان پر کوئی عدت' کہ شمار کرو تم اس (عدت) کو' پس کچھ فائدہ دو تم ان کو

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

اور رخصت کرو تم ان کو رخصت کرنا اچھا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل ایمان کو آگاہ فرماتا ہے کہ جب وہ مومن عورتوں کے ساتھ نکاح کریں' پھر ان کو چھوئے بغیر طلاق دے دیں تو اس صورت میں مطلقہ عورتوں پر کوئی عدت نہیں' مگر اللہ مردوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس صورت میں بھی ان کو کچھ متاع دیں جو ان کی اس دل شکنی کا ازالہ کرے جو انھیں طلاق کی وجہ سے لاحق ہوئی ہے' نیز انھیں حکم دیتا ہے کہ وہ کسی مخاصمت' گالی گلوچ اور کسی مطالبہ وغیرہ کے بغیر اچھے طریقے سے ان کو علیحدہ کریں۔

اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ طلاق صرف نکاح کے بعد ہوتی ہے اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے اپنی ہونے والی بیوی کو طلاق دے دے یا طلاق کو نکاح پر معلق کر دے' تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ ﴾ ''جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو طلاق دے دو۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد مقرر فرمایا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نکاح سے قبل طلاق کا کوئی مقام نہیں' چونکہ طلاق ایک مکمل جدائی اور مکمل تحریم ہے اس لیے نکاح سے قبل واقع

نہیں ہو سکتی۔ جب یہ بات ہے تو ظہار یا ایلا وغیرہ کا' جو کہ تحریم ناقص ہے' نکاح سے قبل واقع نہ ہونا تو زیادہ اولی ہے جیسا کہ اہل علم کی صحیح ترین رائے ہے۔

یہ آیت کریمہ طلاق کے جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کی طلاق کے بارے میں خبر دی' اس پر ان کو کوئی ملامت کی نہ ان پر کوئی گرفت کی' حالانکہ آیت کریمہ اہل ایمان سے خطاب کے ساتھ صادر ہوئی ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ بیوی کو چھوئے بغیر طلاق دی جا سکتی ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ (البقرۃ: ۲۳۶/۲) ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنی بیویوں کو چھوئے بغیر طلاق دے دو۔''

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ اگر عورت کو دخول سے قبل طلاق دے دی جائے تو اس پر مجرد طلاق کی بنا پر عدت واجب نہیں ہوتی، اس کے لیے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے' کیونکہ کوئی مانع موجود نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ دخول اور چھونے کے بعد طلاق دینے سے عدت واجب ہو جاتی ہے۔

کیا ''دخول'' اور ''چھونے'' سے مراد فقط مجامعت ہے۔ جیسا کہ اس پر تو اجماع ہے؟۔ یا خلوت کا بھی یہی حکم ہے خواہ اس میں مجامعت نہ ہوئی ہو جیسا کہ خلفائے راشدین کا فتویٰ ہے اور یہی صحیح ہے۔ جب بیوی کے ساتھ خلوت حاصل ہو گئی خواہ اس خلوت میں مجامعت ہوئی یا نہ ہوئی مجرد اس خلوت کی بنا پر عدت واجب ہو گی۔ ①

اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر چھونے سے قبل عورت کو طلاق دے دی جائے' تو خوش حال خاوند پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست خاوند پر اس کی حیثیت کے مطابق اس مطلقہ بیوی کو ''متاع'' دینا واجب ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جب مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اگر مہر مقرر کر دیا گیا ہو اور چھونے سے قبل بیوی کو طلاق دے دی گئی ہو تو نصف مہر کی ادائیگی واجب ہے' تب یہ مہر ''متاع'' کے بدل میں بھی کفایت کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی بیوی کو دخول سے قبل یا بعد میں طلاق دیتا ہے تو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ نہایت اچھے اور بھلے طریقے سے طلاق دے کہ دونوں ایک دوسرے کی تعریف کریں۔ اگر دونوں ایک دوسرے میں جرح وقدح کریں اور ایک دوسرے میں کیڑے نکالیں تو یہ جدائی ''بھلے طریقے'' سے جدائی نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ عدت خاوند کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ

① خلوت کو معتبر قرار دینے کا مذہب جمہور علماء کا ہے اور راجح بھی یہی ہے جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ خلوت ہوئی اور پھر مشاجرت ہوئی لیکن کسی یقینی ذریعے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مجامعت نہیں ہوئی تو عدت نہیں ہو گی۔

﴿مِنْ عِدَّةٍ﴾ ”تو ان پر تمھارا کوئی حق عدت نہیں ہے۔“ کا مفہوم مخالف دلالت کرتا ہے کہ اگر خلوت کے بعد طلاق دی ہوتی تو خاوند کے حق میں عورت پر عدت واجب تھی۔

آیت کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر مفارقت خاوند کی وفات کے باعث ہو تو وہ مطلق طور پر عدت گزارے گی۔ جیسا کہ آیت کریمہ ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ﴾ ”پھر تم ان کو طلاق دو۔“ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس بیوی کے علاوہ جس کے ساتھ خلوت نہ ہوئی ہو، دیگر بیویوں پر عدت واجب ہے، خواہ ان کے درمیان خاوند کی موت کی وجہ سے مفارقت ہوئی ہو یا اس کی زندگی میں کسی وجہ سے مفارقت ہوئی ہو۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

اے نبی! بیشک حلال کر دیں ہم نے آپ کیلئے آپکی بیویاں، وہ جو ادا کر دیئے آپ نے انکے مہر، اور وہ (کنیزیں) جن کا مالک ہوا آپکا دایاں ہاتھ

مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ

ان میں سے جو بطور غنیمت دیں اللہ نے آپکو اور بیٹیاں آپکے چچوں کی اور بیٹیاں آپکی پھوپھیوں کی اور بیٹیاں آپکے ماموؤں کی اور بیٹیاں آپکی خالاؤں کی، وہ

هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ

جنھوں نے ہجرت کی آپکے ساتھ اور مومن عورت بھی اگر وہ ہبہ کر دے اپنا نفس نبی کیلئے اگر ارادہ کرے نبی یہ کہ (اپنے) نکاح میں لے آئے اسے

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ

اس حال میں کہ (یہ) خاص ہے آپ کیلئے سوائے دوسرے مسلمانوں کے، تحقیق جان لیا ہم نے جو فرض کیا ہم نے ان پر انکی بیویوں کے بارے میں

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝50

اور ان (لونڈیوں) کے بارے میں جن کے مالک ہوئے دائیں ہاتھ انکے، تاکہ نہ ہو آپ پر کوئی تنگی اور ہے اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنیوالا ○

اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) پر اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے آپ پر کچھ ایسی چیزیں حلال ٹھہرائیں جو مومنوں کے لیے بھی حلال ہیں اور کچھ چیزیں ایسی بھی حلال ٹھہرائیں جو صرف آپ کے لیے مختص ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ”اے نبی! ہم نے تیرے لیے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنھیں تو ان کا اجر دے چکا ہے۔“ یعنی آپ نے جن بیویوں کو مہر عطا کر دیا ہے۔ یہ ان امور میں شمار ہوتا ہے جو نبی ﷺ اور دیگر اہل ایمان کے درمیان مشترک ہیں، کیونکہ اہل ایمان کے لیے بھی ان کی وہی بیویاں مباح ہیں جن کو انھوں نے حق مہر ادا کر دیا ہے۔ ﴿وَ﴾ ”اور“ اسی طرح ہم نے آپ کے لیے مباح کر دیں ﴿مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ وہ لونڈیاں جو آپ کی ملکیت ہیں۔ ﴿مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ﴾ ”ان لونڈیوں میں سے جو اللہ نے تمھیں مال غنیمت سے عطا کی ہیں۔“ یعنی کفار کے مال غنیمت میں جو غلام یا آزاد عورتیں ہاتھ

لگیں اور ان عورتوں کے خواہ خاوند ہوں یا نہ ہوں وہ مباح ہیں۔ یہ بھی نبی ﷺ اور اہل ایمان کے درمیان مشترک ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مشترک ہے: ﴿وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ﴾ ''اور تمھارے چچوں کی بیٹیاں اور تمھاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمھارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمھاری خالاؤں کی بیٹیاں۔'' اس میں قریب اور دور کے چچا' پھوپھی' ماموں اور خالہ سب شامل ہیں۔ یہ مباح عورتوں کا حصر ہے۔ اس سے مفہوم مخالف یہ اخذ کیا گیا کہ ان اقارب کے علاوہ دیگر اقارب مباح نہیں ہیں جیسا کہ سورۃ النساء میں گزر چکا ہے۔

پس مذکورہ بالا ان چار رشتہ دار عورتوں کے سوا کوئی رشتہ دار عورت مباح نہیں خواہ وہ فروع میں سے ہوں یا اصول میں سے۔ باپ اور ماں کی فروع میں سے خواہ کتنا ہی نیچے چلے جائیں اور ان سے اوپر کی فروع اپنے صلب کی بنا پر، اس لیے کہ وہ مباح نہیں۔ ﴿الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ ''جو آپ کے ساتھ وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ کے لیے مذکورہ بالا عورتوں کی حلت اس قید سے مقید ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں منقول دو میں سے یہی قول قرین صواب ہے۔ آپ کے سوا دیگر اہل ایمان کے لیے یہ قید صحیح نہیں۔

﴿وَ﴾ ''اور'' ہم نے آپ کے لیے حلال کر دیا ﴿امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ﴾ ''اس مومن عورت کو بھی جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے'' اس کے اپنا نفس ہبہ کر دینے ہی سے ﴿اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا﴾ ''اگر نبی (ﷺ) بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں۔'' یہ آپ کے ارادے اور رغبت پر منحصر ہے۔ ﴿خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''یہ خاص آپ ہی کے لیے ہے مومنوں کے لیے نہیں۔'' یعنی یہ ہبہ کی اباحت دیگر مومنوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایسی عورت کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں جو اپنے آپ کو ان کے لیے ہبہ کر دیتی ہے۔

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ﴾ یعنی ہم خوب جانتے ہیں کہ اہل ایمان پر کیا واجب ہے' ان کے لیے بیویوں اور لونڈیوں میں سے کیا حلال ہے اور کیا حلال نہیں ہے اور اس حلت و حرمت کے بارے میں ہم نے ان کو آگاہ بھی کر دیا ہے اور ان کے فرائض بھی واضح کر دیے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جو احکامات دوسرے لوگوں کے مخالف ہیں وہ آپ کے لیے خاص ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے صرف نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا ہے۔ فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ﴾ ''اے نبی! ہم نے آپ کے لیے حلال کی ہیں'' نیز فرمایا: ﴿خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ یعنی اے نبی! ہم نے آپ کے لیے ایسی چیزیں مباح کی ہیں جو دوسروں کے لیے مباح نہیں کیں اور آپ کو جو وسعت عطا کی ہے وہ دوسروں کو عطا نہیں کی ﴿لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ﴾ ''تاکہ آپ پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر

عنایت خاص ہے۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ”اور اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ سے مغفرت اور رحمت کی صفات سے متصف ہے۔ وہ اپنے بندوں پر اپنی حکمت اور ان کی طرف سے عمل کے اسباب کے مطابق، اپنی مغفرت و رحمت اور اپنا جود و احسان نازل کرتا ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

موقوف کر دیں آپ (باری) جس کی چاہیں ان میں سے اور جگہ دیں اپنے پاس جس کو چاہیں، اور جسے آپ چاہیں ان میں سے جنھیں آپ نے علیحدہ کر دیا تھا

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ

تو کوئی گناہ نہیں آپ پر، یہ (حکم تخییر) زیادہ قریب ہے اس بات کے کہ ٹھنڈی ہوں آنکھیں انکی اور نہ وہ غمگین ہوں اور راضی ہوں وہ اس پر جو

اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾

دیں انکو آپ سب کی سب، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور ہے اللہ خوب جاننے والا نہایت بردبار ○

نیز یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ پر رحمت اور آپ کے لیے وسعت ہے کہ آپ کو اپنی ازواج مطہرات کی باریوں کی تقسیم کے ترک کرنے کو مباح فرمایا۔ اگر آپ ان کی باریاں مقرر کرتے ہیں تو یہ آپ کی نوازش ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان ہر چیز تقسیم کر رکھی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ”اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے اور جو میرے بس میں نہیں (اے اللہ!) اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔“[1] یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ ﴾ اپنی ازواج مطہرات میں سے جس کو چاہیں الگ رکھیں، اس کو اپنے پاس بلائیں نہ اس کے پاس رات بسر کریں۔ ﴿ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ﴾ اور جس کو چاہیں اپنے پاس بلائیں اور اس کے ہاں رات بسر کریں۔

﴿ وَ ﴾ ”اور“ اس کے باوجود یہ امر متعین نہیں ﴿ مَنِ ابْتَغَيْتَ ﴾ جس کو چاہو اپنے پاس بلا لو ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ﴾ ”تو آپ پر کوئی مضائقہ نہیں۔“ معنی یہ ہے کہ آپ کو مکمل اختیار ہے۔

بہت سے مفسرین کی رائے ہے کہ یہ حکم ان عورتوں کے بارے میں خاص ہے جو اپنے آپ کو ہبہ کریں کہ آپ کو اختیار ہے جسے چاہیں الگ رکھیں اور جسے چاہیں بلا کر اپنے پاس رکھیں، یعنی اگر آپ چاہیں تو اس عورت کو قبول کر لیں جس نے خود کو آپ کے لیے ہبہ کر دیا اور اگر آپ چاہیں تو قبول نہ کریں۔ و اللہ اعلم۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی حکمت واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ ﴾ ”یہ“ یعنی یہ وسعت، تمام

---

[1] سنن أبي داود، النكاح، باب في القسم بين النساء، ح: ٢١٣٤ امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیتے ہوئے اسے ضعیف کہا ہے لیکن اس کا پہلا جملہ (يقسم بيننا فيعدل) دوسری حسن حدیث سے ثابت ہے۔ اور دوسرا اپنی معنی و مفہوم کے لحاظ سے درست ہے۔ جبکہ حماد بن سلمہ نے اس حدیث کو موصولا بیان کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں الإرواء، ٨١/٧ حدیث نمبر ٢٠١٨

www.islamiurdubook.blogspot.com

معاملے کا آپ کے اختیار میں ہونا اور اس معاملے میں آپ کا ان عورتوں پر کوئی عنایت اور نوازش کرنا ﴿ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ﴾ ''اس میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم ناک نہ ہوں اور آپ جو کچھ ان کو دیں اسے لے کر وہ سب خوش رہیں'' کیونکہ انھیں علم ہوگا کہ آپ نے کسی واجب کو ترک کیا ہے نہ کسی واجب حق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ ''اور جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اسے اللہ جانتا ہے۔'' حقوق واجبہ و مستحبہ کی ادائیگی اور حقوق میں مزاحمت کے وقت دلوں میں جو خیال گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ اس لیے اے اللہ کے رسول! آپ کے لیے یہ وسعت مشروع کی گئی ہے تاکہ آپ کی ازواج کا دل مطمئن رہے۔

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴾ اور اللہ تعالیٰ وسیع علم اور کثیر حلم والا ہے۔ یہ اس کا علم ہی ہے کہ اس نے تمھارے لیے وہ چیز مشروع کی ہے جو تمھارے معاملات کے لیے درست اور تمھارے اجر میں اضافہ کرنے کی باعث ہے اور یہ اس کا حلم ہے کہ تم سے جو کوتاہیاں صادر ہوئیں اور تمھارے دلوں نے جس برائی پر اصرار کیا' اس نے اس پر تمھاری گرفت نہیں فرمائی۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

نہیں ہیں حلال آپ کیلئے عورتیں اس کے بعد اور نہ یہ کہ بدل لیں آپ ان (موجودہ بیویوں) کے مقابلے میں' کوئی اور بیویاں' اگرچہ اچھا لگے آپکو

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع

ان کا حسن' مگر وہ (لونڈیاں) جن کا مالک ہوا آپ کا دایاں ہاتھ' اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے خوب نگران ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی قدر دانی ہے...... اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے بندوں کے اعمال کا قدر دان ہے...... کہ اس نے ان کو اپنے سایۂ رحمت میں لے لیا اور رسول اللہ ﷺ کو انھی پر اقتصار و انحصار کرنے کا حکم دیا کیونکہ انھوں نے اللہ کے رسول اور آخرت کو چنا تھا' چنانچہ فرمایا: ﴿ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ ﴾ ''ان کے سوا اور عورتیں آپ کے لیے جائز نہیں۔'' یعنی ان موجودہ ازواج مطہرات کے بعد ﴿ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ ﴾ ''اور نہ یہ کہ آپ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لیں۔'' یعنی ان میں سے کسی کو طلاق دے کر' اس کی جگہ کسی اور کو نکاح میں نہ لائیں۔ اس آیت کریمہ کی بنا پر وہ طلاق اور سوکنوں سے محفوظ و مامون ہو گئیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فیصلہ فرما دیا کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔ آپ اور ان کے درمیان کبھی جدائی نہ ہوگی۔

﴿ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ ﴾ ''خواہ ان (کے علاوہ کسی اور) کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے'' وہ آپ کے لیے حلال نہیں ﴿ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ﴾ یعنی سوائے لونڈیوں کے جو آپ کی ملکیت میں آجائیں' وہ آپ کے

لیے حلال ہیں کیونکہ لونڈیاں بیویوں کی ناپسندیدگی میں بیویوں کو نقصان پہنچانے میں بیویوں کے مقام پر نہیں۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمام امور کا نگہبان ہے اور ان تمام امور کو جانتا ہے جو اس کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہ کامل ترین نظام اور بہترین احکام کے ساتھ ان کی تدبیر کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ داخل ہو تم نبی کے گھروں میں، مگر یہ کہ اجازت دے دی جائے تمہیں، کھانے کے لیے،

غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا

نہ انتظار کرنیوالے ہو اسکے پکنے کا، لیکن جب بلائے جاؤ تم، تو داخل ہو تم، پس جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ (یعنی اٹھ کر چلے جاؤ) اور نہ

مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا

(ٹھہرے رہو) رغبت رکھتے ہوئے باتوں میں بلاشبہ تمہاری یہ بات ایذا دیتی ہے نبی (ﷺ) کو پس وہ شرم کرتا ہے تم سے اور اللہ نہیں

يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ

شرماتا حق بات (بیان کرنے) سے اور جب سوال کرو تم ان (ازواج مطہرات) سے کسی سامان کا تو سوال کرو تم ان سے پیچھے سے پردے کے، یہ بات

اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا

زیادہ پاکیزہ ہے واسطے تمہارے دلوں کے اور انکے دلوں کے، اور نہیں ہے جائز تمہارے لیے یہ کہ ایذا دو تم اللہ کے رسول کو اور نہ یہ (ہی جائز ہے) کہ تم نکاح کرو

اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا

اس کی بیویوں سے اس کے بعد کبھی بھی، بے شک تمہارا یہ (فعل) ہوگا نزدیک اللہ کے بہت بڑا○ اگر ظاہر کرو تم

شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

کوئی چیز یا چھپاؤ تم اسے تو بلاشبہ اللہ ہے ہر چیز کو خوب جاننے والا○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں داخل ہوتے وقت آپ کے آداب کا خیال رکھا کریں، لہٰذا فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ﴾ یعنی کھانے کے لیے داخلے کی اجازت کے بغیر نبی کریم ﷺ کے گھر میں داخل نہ ہوا کرو اور نہ تم ﴿نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ﴾ کھانا تیار ہونے اور اس کے پکنے کا انتظار کیا کرو اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوٹنے میں تاخیر نہ کیا کرو۔

اس کا معنی یہ ہے کہ تم دو شرائط کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں داخل ہوا کرو:

(۱) داخل ہونے کی اجازت ملنے کے بعد۔

(۲) تمہارا آپ کے گھر میں بیٹھنا ضرورت کے مطابق ہو۔

اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ﴾ ''لیکن جب تمھیں دعوت دی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔'' یعنی کھانے سے پہلے یا بعد میں باتیں کرنے نہ لگ جاؤ۔ پھر اس ممانعت کی حکمت اور فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ ذٰلِكُمْ ﴾ یعنی ضرورت سے زیادہ تمھارا وہاں انتظار کرنا ﴿ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ ﴾ ''نبی (ﷺ) کو تکلیف دیتا ہے'' یعنی وہاں تمھارا بیٹھ کر آپ کو اپنے کام کاج اور دیگر معاملات سے روکے رکھنا' آپ پر شاق گزرتا ہے اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ ﴿ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ﴾ یعنی وہ شرم کی وجہ سے تمھیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ جیسا کہ عادت جاریہ ہے کہ لوگ...... خاص طور پر شرفاء اور باوقار لوگ...... لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہوئے شرماتے ہیں ﴿ وَ ﴾ ''اور'' لیکن ﴿ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ﴾ ''اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا۔'' شرعی معاملے میں اگر یہ توہم لاحق ہو کہ اس کے ترک کرنے میں ادب اور حیا ہے' تو کامل حزم واحتیاط یہ ہے کہ شریعت کی پیروی کی جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ جو چیز شریعت کے خلاف ہے اس میں کوئی ادب نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ایسا حکم دینے سے نہیں شرماتا جس میں تمھارے لیے بھلائی اور رسول (ﷺ) کے لیے نرمی ہو خواہ یہ حکم کیسا ہی کیوں نہ ہو۔

یہ تو تھے نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں داخل ہونے کے آداب اور رہے آپ کی ازواج مطہرات سے مخاطب ہونے کے آداب' تو اس میں دو امور ہیں کہ آیا ازواج مطہرات سے مخاطب ہونے کی کوئی حقیقی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر بات چیت کرنے کی کوئی حقیقی ضرورت نہیں تو اس کو ترک کرنا ہی ادب ہے۔ اگر کوئی حقیقی ضرورت لاحق ہے' جیسے ان سے کوئی چیز' مثلاً گھر کے برتن وغیرہ طلب کرنا' تو یہ چیزیں ان سے طلب کی جائیں ﴿ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ ''پردہ کے پیچھے سے۔'' یعنی تمھارے درمیان اور ازواج مطہرات کے درمیان ایک پردہ حائل ہو' جو نظر پڑنے سے بچائے کیونکہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تو معلوم ہوا ازواج مطہرات کو دیکھنا ہر حال میں ممنوع ہے اور ان سے ہم کلام ہونے میں تفصیل ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرما دیا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ ''یہ تمھارے اور ان کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے'' کیونکہ یہ طریقہ کسی قسم کے شبہے سے بعید تر ہے اور انسان شر کی طرف دعوت دینے والے اسباب سے جتنا دور رہے گا تو یہ چیز اس کے قلب کے لیے اتنی ہی زیادہ سلامتی اور پاکیزگی کا باعث ہوگی۔

بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام شرعی امور کی کثرت سے تفاصیل بیان کی ہیں' نیز یہ بھی واضح کیا ہے کہ برائی کے تمام وسائل' اسباب اور مقدمات ممنوع ہیں اور ہر طریقے سے ان سے دور رہنا مشروع ہے' پھر ایک جامع

بات اور ایک عام قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لَكُمْ ﴾ اے مومنو! تمھارے لائق ہے نہ یہ مستحسن ہے' بلکہ یہ قبیح ترین بات ہے ﴿ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﴾ ''کہ تم رسول اللہ کو تکلیف پہنچاؤ۔'' یعنی قول و فعل اور ان سے متعلق تمام امور کے ذریعے سے اذیت پہنچاؤ۔ ﴿ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ﴾ ''اور نہ (تمھارے لیے یہ حلال ہے کہ) آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔'' یہ چیز ان جملہ امور میں داخل ہے جن سے آپ کو اذیت پہنچتی ہے۔ بے شک آپ ﷺ تعظیم اور رفعت و اکرام کے مقام کے حامل ہیں آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا' اس مقام کے منافی ہے' نیز ازواج مطہرات' دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں' زوجیت کا یہ رشتہ آپ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے اس لیے وہ آپ کی امت میں سے کسی کے لیے جائز نہیں۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾ ''یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ کا کام) ہے۔'' امت مسلمہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور ان امور سے اجتناب کیا جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے روکا تھا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا ﴾ یعنی اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو ﴿ اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ ''یا اس کو تم چھپاؤ' تو اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' یعنی جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے اور وہ تمھیں اس کی جزا دے گا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ

نہیں گناہ ان عورتوں پر اپنے باپوں (کے سامنے آنے) میں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ

اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ

اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے اور نہ اپنی بہنوں کے بیٹوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ انکے جن کے مالک ہوئے

اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

دائیں ہاتھ ان کے اور ڈرو تم (سب) اللہ سے' بے شک اللہ ہے اوپر ہر چیز کے گواہ ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ازواج مطہرات سے اگر کوئی چیز طلب کی جائے تو پردے کے پیچھے سے طلب کی جائے تو لفظ عام استعمال کیا جس کا اطلاق سب پر ہوتا ہے' اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس حکم میں سے ان محرم اقارب کو مستثنیٰ قرار دیا جائے جو یہاں مذکور ہیں کہ جن سے پردہ نہ کرنے میں ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ ﴾ ''ان پر کوئی حرج نہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے چچاؤں اور ماموؤں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ جب خالاؤں اور پھوپھیوں پر بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ کرنا واجب نہیں تو چچا اور ماموں سے پردہ کرنا بدرجہ اولیٰ واجب نہیں، نیز ایک دوسری آیت کا منطوق' جس میں نہایت صراحت کے ساتھ چچا اور ماموں کا ذکر ہے' اس آیت

کریمہ کے مفہوم مخالف پر مقدم ہے۔

﴿ وَلَا نِسَآئِهِنَّ ﴾ یعنی عورتوں پر دوسری عورتوں سے پردہ نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یعنی وہ عورتیں جو دین میں ان کی ہم جنس ہیں' تو آیت کریمہ کے اس جملے کی رو سے کافر عورتیں نکل جاتی ہیں۔ اس میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد جنس عورت ہے' تب معنی یہ ہوگا کہ عورت عورت سے پردہ نہ کرے۔ ﴿ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ ''اور نہ ان میں کوئی گناہ ہے جن کی وہ مالک ہیں۔'' یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک غلام پورے کا پورا ان کی غلامی میں ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے حرج اور مضائقہ کو دور کر دیا ہے' اس لیے اس بارے میں اور دیگر امور میں التزام تقویٰ کی شرط عائد کی ہے' نیز یہ کہ اس میں کسی حرمت شرعی کا ارتکاب نہ ہو' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ﴾ یعنی اپنے تمام احوال میں تقویٰ کو کام میں لاؤ۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر گواہ ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام ظاہری و باطنی اعمال کو دیکھ رہا ہے' ان کے تمام اقوال کو سن رہا ہے اور ان کی تمام حرکات کا مشاہدہ کر رہا ہے' پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے تمام اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر' اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی درود بھیجو

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

اس پر اور سلام بھیجو بہت سلام ○

ان آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے کمال' اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں آپ کے بلند درجات' آپ کی بلند قدر و منزلت اور آپ کے ذکر رفیع کی طرف اشارہ ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فرشتوں اور ملأ اعلیٰ کے سامنے اپنے نبی محمد ﷺ کی مدح و ثنا بیان کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے بہت محبت کرتا ہے۔ تمام فرشتے آپ کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اقتدا میں' آپ کے بعض حقوق کی جزا کے طور پر، اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے' آپ کی تعظیم کی خاطر' آپ سے محبت اور آپ کے اکرام و تکریم کے اظہار کے لیے' اپنی نیکیوں میں اضافہ کرنے اور اپنی برائیوں کے کفارہ کے لیے اے مومنو! تم بھی رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ رسول اللہ ﷺ پر درود کی بہتر شکل وہ ہے جو آپ نے اپنے صحابۂ کرام کو سکھائی ہے۔ لہٰذا آپ نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلٰی اِبْرَاهِیمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ)) [1]

درود وسلام کا یہ حکم تمام اوقات میں مشروع ہے اور بہت سے اہل علم نے اسے نماز کے اندر واجب قرار دیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بلاشبہ وہ لوگ جو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں اور اس نے تیار کیا ہے ان کیلئے

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

عذاب رسوا کرنیوالا ○ اور وہ لوگ جو ایذاء پہنچاتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر اسکے جو انہوں نے (کوئی گناہ) کمایا ہو

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

تو یقیناً اٹھایا انہوں نے بہتان اور گناہ صریح (کا بوجھ) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تعظیم اور آپ پر صلوٰۃ وسلام کا حکم دینے کے بعد آپ کو اذیت پہنچانے سے منع کیا اور جو آپ کو اذیت پہنچائے اس کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ”بے شک وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو۔“ یہ آیت کریمہ ہر قسم کی قولی و فعلی اذیت سب وشتم آپ کی تنقیص آپ کے دین کی تنقیص اور ہر ایسا کام جس سے آپ کو اذیت پہنچے سب کو شامل ہے۔ ﴿لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا﴾ ”ان پر دنیا میں اللہ کی پھٹکار ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں رحمت سے دور کر کے دھتکار دیا ہے۔ دنیا کے اندر ان پر لعنت یہ ہے کہ شاتم رسول کی حتمی سزا قتل ہے۔

﴿وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ”اور آخرت میں بھی اور ان کے لیے اللہ نے انتہائی رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔“ اس اذیت رسانی کی جزا کے طور پر ایذا دینے والے کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ رسول (ﷺ) کو تکلیف پہنچانا کسی عام آدمی کو تکلیف پہنچانے کی مانند نہیں ہے کیونکہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لا سکتا جب تک کہ وہ اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے۔ آپ کی تعظیم کرنا لوازم ایمان میں شامل ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کسی اور کی مانند نہیں۔

اہل ایمان کو بھی اذیت پہنچانا بہت بڑی برائی ہے اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے اس لیے اس ایذا رسانی کے بارے میں فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا﴾ ”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام کی وجہ سے ایذا دیں جو انھوں نے نہ کیا۔“ یعنی ان کے کسی ایسے جرم کے بغیر جو ان کو اذیت دینے کا موجب ہو ﴿فَقَدِ احْتَمَلُوْا﴾ تو ایذا دینے والوں نے اپنی پیٹھ پر اٹھایا ﴿بُهْتَانًا﴾ ”بہت بڑا

① صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب: ١٠، حديث: ٣٣٧٠۔

بہتان'' کیونکہ انھوں نے کسی سبب کے بغیر اہل ایمان کو اذیت پہنچائی ﴿وَاِثۡمًا مُّبِيۡنًا﴾ ''اور واضح گناہ (کا بوجھ اٹھایا)'' کیونکہ انھوں نے اہل ایمان پر زیادتی کی اور انھوں نے اس حرمت کی ہتک کی جس کے احترام کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا، اس لیے عام اہل ایمان کو سب وشتم کرنا' ان کے احوال اور مرتبے کے مطابق' موجب تعزیر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے والے کے لیے اس سے بڑھ کر تعزیر ہے۔ اہل علم اور متدین حضرات کو سب وشتم کرنے والا عام لوگوں کو سب وشتم کرنے والے سے بڑھ کر تعزیر اور سزا کا مستحق ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ

اے نبی! کہہ دیجیے: اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہ لٹکا لیا کریں وہ اپنے اوپر

جَلَابِيۡبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ يُّعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنۡ

اپنی چادریں، یہ (بات) زیادہ قریب ہے اس کے کہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ وہ ایذا پہنچائی جائیں اور ہے اللہ بہت بخشنے والا، رحم کرنیوالا○ البتہ اگر

لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ

نہ باز آئے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جھوٹی افواہیں اڑانے والے مدینے میں' تو ضرور ہم مسلط کر دیں گے آپ کو

بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا ۛ ﴿۶۰﴾ مَّلۡعُوۡنِيۡنَ ۛ ۚ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا

ان پر، پھر نہ وہ پاس رہ سکیں گے آپ کے اس (مدینے) میں، مگر تھوڑی مدت○ دھتکارے ہوئے جہاں بھی وہ پائے جائیں' پکڑ لیے جائیں

وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۚ

اور قتل کر دیے جائیں (بری طرح سے) قتل کیا جانا○ (یہ) طریقہ ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو گزر گئے اس سے پہلے'

وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ﴿۶۲﴾

اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی○

اس آیت کریمہ کو ''آیت حجاب'' سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ تمام عورتوں کو عمومی طور پر پردے کا حکم دیں اور اس کی ابتدا اپنی ازواج مطہرات اور اپنی بیٹیوں سے کریں کیونکہ دوسروں کی نسبت' ان کے لیے یہ حکم زیادہ مؤکد ہے، نیز کسی معاملے میں دوسروں کو حکم دینے والے کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے گھر سے ابتدا کرے جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا﴾ (التحریم: ٦٦/٦) ''اے مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ﴿يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ﴾ ''وہ اپنی چادریں اوڑھ کر گھونگٹ نکال لیا کریں۔'' (جِلۡبَاب) وہ کپڑا ہے جو عام لباس کے اوپر اوڑھ لیا جاتا ہے مثلاً دوپٹا' اوڑھنی اور چادر وغیرہ' یعنی چادر وغیرہ سے اپنے چہروں اور سینوں کو ڈھانپ لیا کریں' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ﴾ ”یہ امر ان کے لیے موجب شناخت ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہیں دے گا۔“ آیت کریمہ کا یہ جملہ عدم حجاب کی صورت میں وجود اذیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ پردہ نہیں کریں گی تو بسا اوقات ان کے بارے میں کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ یہ پاک باز عورتیں نہیں ہیں اور کوئی بدکردار شخص، جس کے دل میں مرض ہے، آگے بڑھ کر تعرض کر کے ان کو تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ ان کی اہانت بھی ہو سکتی ہے۔ شرارت پسند شخص ان کو لونڈیاں سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ برا سلوک کر سکتا ہے، اس لیے حجاب بدطینت لوگوں کی لالچ بھری نظروں سے بچاتا ہے۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔“ اس نے تمھارے گزشتہ گناہ بخش دیے اور تم پر رحم فرمایا کہ اس نے تمھارے لیے احکام بیان فرمائے، حلال اور حرام کو واضح کیا۔ یہ عورتوں کی جہت سے برائی کا سدباب ہے۔ رہا شریر لوگوں کے شر کا سدباب، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ”اگر باز نہ آئیں وہ لوگ جو منافق ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے“ یعنی شک اور شہوت کا مرض ﴿وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ﴾ ”اور جو مدینے میں جھوٹی خبریں اڑایا کرتے ہیں۔“ یعنی وہ لوگ جو اپنے دشمنوں کو ڈراتے، اپنی کثرت و قوت اور مسلمانوں کی کمزوری کا ذکر کرتے پھرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عمل کا ذکر نہیں فرمایا جس کے بارے میں ان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس سے باز آ جائیں تاکہ یہ اپنے عموم کے ساتھ ان تمام برائیوں سے رک جائیں جن پر انھیں ان کے نفس اکساتے، وسوسہ پیدا کرتے اور شر کی طرف انھیں دعوت دیتے رہتے ہیں، مثلاً: اسلام اور اہل اسلام پر سب و شتم کرنا، مسلمانوں کے بارے میں بری افواہیں پھیلانا، ان کی قوتوں کو کمزور کرنے کی کوشش کرنا، مومن خواتین کے ساتھ برائی اور فحش رویے سے پیش آنا اور دیگر گناہ جو ان جیسے بدکردار لوگوں سے صادر ہوتے ہیں۔ ﴿لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ﴾ ہم آپ کو انھیں سزا دینے اور ان کے خلاف لڑنے کا حکم دیں گے اور آپ کو ان پر تسلط اور غلبہ عطا کریں گے۔ اگر ہم نے یہ کام کیا تو ان میں آپ کا مقابلہ کرنے اور آپ سے بچنے کی قوت اور طاقت نہ ہوگی۔ اس لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ یعنی وہ مدینہ منورہ میں بہت کم آپ کے ساتھ رہ سکیں گے، آپ ان کو قتل کر دیں گے یا شہر بدر کر دیں گے۔

آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ان شر پسندوں کو، جن کے مسلمانوں کے اندر قیام سے مسلمانوں کو ضرر کا اندیشہ ہو، شہر بدر کیا جا سکتا ہے، اس طریقے سے بہتر طور پر برائی کا سدباب ہو سکتا ہے اور برائی سے دور رہا جا سکتا ہے۔ ﴿مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا﴾ ”ان پر پھٹکار برسائی گئی ہے، جہاں بھی وہ مل جائیں پکڑے جائیں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔“ یعنی جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی

رحمت سے دور ہوں گے انھیں امن حاصل ہوگا نہ قرار انھیں ہمیشہ قتل، قید اور عقوبتوں کا دھڑ کا لگا رہے گا۔ ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ''جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی سنت رہی ہے۔'' یعنی جو نافرمانی میں بڑھتا چلا جاتا ہے، ایذا رسانی کی جسارت کرتا ہے اور اس سے باز نہیں آتا، اسے سخت سزا دی جاتی ہے ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور البتہ آپ اللہ کی سنت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں پائیں گے۔'' بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت کو اسباب اور اس کے مسببات کے ساتھ جاری و ساری پائیں گے۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

پوچھتے ہیں آپ سے لوگ قیامت کی بابت، کہہ دیجیے: بلاشبہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور کیا چیز بتلاتی ہے آپ کو شاید کہ قیامت

تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝۶۳ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝۶۴ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۚ

ہو قریب ہی؟ ○ بلاشبہ اللہ نے لعنت کی کافروں پر اور اس نے تیار کی ہے ان کیلیے خوب بھڑکتی ہوئی آگ ○ ہمیشہ رہیں گے اس میں ابد تک،

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۶۵ ۚ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ

نہیں پائیں گے وہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ○ جس دن الٹ پلٹ کیے جائیں گے ان کے چہرے آگ میں تو وہ کہیں گے اے کاش!

اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝۶۶ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا

اطاعت کی ہوتی ہم نے اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی رسول کی ○ اور وہ کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی،

فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝۶۷ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝۶۸ ع

پس انھوں نے گمراہ کر دیا ہمیں (سیدھے) راستے سے ○ اے ہمارے رب! دے ان کو دگنا عذاب اور لعنت کر ان پر لعنت بڑی (زیادہ) ○

لوگ جلدی مچاتے ہوئے آپ سے قیامت کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں اور ان میں سے بعض تکذیب کے طور پر اور خبر دینے والے کو اس بارے میں عاجز سمجھتے ہوئے پوچھتے ہیں تو ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیجیے'' ان سے: ﴿اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لیے مجھے یا کسی اور کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ بایں ہمہ تم اسے زیادہ دور نہ سمجھو۔

﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم ہے شاید قیامت قریب ہی آ گئی ہو'' یعنی قیامت کی گھڑی کے مجرد قریب یا بعید ہونے میں کوئی فائدہ یا نتیجہ نہیں، حقیقی نتیجہ تو خسارہ یا نفع اور بدبختی یا خوش بختی ہے، نیز آیا بندہ عذاب کا مستحق ہے یا ثواب کا؟ اور ان امور کے بارے میں تمھیں میں خبر دیتا ہوں اور میں بتاتا ہوں کہ ان کا مستحق کون ہے؟ لہٰذا آپ نے عذاب کے مستحق لوگوں کا وصف بیان کیا اور اس عذاب کا وصف بیان کیا جس میں ان کو مبتلا کیا جائے گا کیونکہ یہ وصفِ مذکور آخرت کی تکذیب کرنے والوں پر منطبق ہوتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے۔'' یعنی جن کی عادت اور فطرت اللہ تعالیٰ،

اس کے رسول اور جسے لے کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اس کا کفر اور انکار کرنا ہے انھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور سزا کے لیے یہی کافی ہے ﴿ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴾ ''اور تیار کی ہے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ۔'' یعنی ان کے لیے آگ بھڑکائی جائے گی جس میں ان کے جسم جلیں گے، آگ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی وہ اس سخت عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اس عذاب سے کبھی نکل سکیں گے نہ عذاب میں کبھی کمی آئے گی اور ﴿ لَا يَجِدُوْنَ ﴾ ''وہ نہیں پائیں گے'' اپنے لیے ﴿ وَلِيًّا ﴾ ''کوئی دوست'' جو ان کو وہ کچھ دے سکے جو وہ طلب کریں ﴿ وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار'' جو ان سے عذاب کو دور کر سکے بلکہ تمام مددگار ان کو چھوڑ جائیں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ کا سخت عذاب انھیں گھیر لے گا۔

اس لیے فرمایا: ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ﴾ ''جس دن ان کے منہ آگ میں الٹائے جائیں گے۔'' پس وہ آگ کی شدید حرارت کا مزا چکھیں گے، آگ کا عذاب ان پر بھڑک اٹھے گا۔ وہ اپنے گزشتہ اعمال پر حسرت کا اظہار کریں گے۔ ﴿ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴾ ''وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی'' اور یوں ہم اس عذاب سے بچ جاتے اور اطاعت مندوں کی طرح ہم بھی ثواب جزیل کے مستحق ٹھہرتے۔ مگر یہ ان کی ایسی آرزو ہے جس کا وقت گزر چکا۔ جس کا اب حسرت، ندامت، غم اور الم کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔

﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا ﴾ ''اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا'' اور ہم نے گمراہی میں ان کی تقلید کی ﴿ فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴾ ''تو انھوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ﴾ (الفرقان: ۲۷/۲۵۔۲۹) ''اور ظالم اس روز اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا: کاش میں نے رسول کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری ہلاکت! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اس نے مجھے نصیحت کے بارے میں گمراہ کر دیا جب وہ میرے پاس آئی۔''

جب انھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اور ان کے سردار عذاب کے مستحق ہیں تو وہ ان کو عذاب میں دیکھنا چاہیں گے جنھوں نے ان کو گمراہ کیا' چنانچہ وہ کہیں گے: ﴿ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر ایک کے لیے دوہرا عذاب ہے تم سب کفر اور معاصی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک تھے لہٰذا عذاب میں بھی تم ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہو گے اگرچہ تمھارے جرم میں تفاوت کے مطابق تمھارے عذاب میں بھی تفاوت ہو گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے ایذاء دی موسیٰ کو پس بری کر دیا اسکو اللہ نے اس (الزام) سے جو

قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ﴿۶۹﴾

انہوں نے (اس کی بابت) کہا' اور تھا وہ نزدیک اللہ کے بڑے رتبے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے رسول محمد ﷺ کو جو معزز' نہایت نرم دل اور رحیم ہیں' اذیت نہ پہنچائیں۔ ان پر جو آپ کے لیے اکرام واحترام واجب ہے وہ اس کے برعکس رویے سے پیش نہ آئیں اور ان لوگوں کی مشابہت اختیار نہ کر لیں جنہوں نے کلیم الرحمٰن حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اذیت پہنچائی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تکلیف دہ باتوں سے براءت دی اور ان کی براءت کو ان کے سامنے ظاہر کر دیا' حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تہمت اور اذیت کے لائق نہ تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت باآبرو' اس کے مقرب بندے' اس کے خاص رسول اور اس کے مخلص بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جن فضائل سے سرفراز فرمایا وہ فضائل بھی ان کو اذیت رسانی سے نہ روک سکے اور ان کو ناپسندیدہ حرکات سے باز نہ رکھ سکے اس لیے اے مومنو! تم ان کی مشابہت اختیار کرنے سے بچو۔

یہ اذیت جس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بنی اسرائیل کی بدزبانی ہے۔ جب انھوں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا کہ یہ نہایت باحیا ہیں اور اپنے ستر کا بہت خیال رکھتے ہیں تو انھوں نے مشہور کر دیا کہ وہ صرف اس لیے ستر چھپاتے ہیں کہ ان کے خصیے (فوطے) متورم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بنائی ہوئی باتوں سے آپ کی براءت کرنا چاہی' چنانچہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غسل کیا اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیے۔ پتھر کپڑے لے کر فرار ہونے لگا حضرت موسیٰ (اسی عریاں حالت میں) پتھر کے پیچھے بھاگے اور بنی اسرائیل کی مجالس کے پاس سے گزرے تو انھوں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین تخلیق سے سرفراز فرمایا ہے۔ پس آپ سے ان کا بہتان زائل ہو گیا۔①

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ لا يُّصْلِحْ لَكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو اللہ سے' اور کہو بات سیدھی (سچی) ○ وہ درست کر دے گا تمہارے لئے

اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

تمہارے عمل اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ اور جو اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی

① صحيح البخاري، الغسل، باب من اغتسل عرياناً وحده في خلوة، ح: ۲۷۸ ۔

فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ﴿۷۱﴾

تو تحقیق کامیابی حاصل کر لی اس نے کامیابی بہت بڑی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ کھلے چھپے' اپنے تمام احوال میں تقویٰ کا التزام کریں اور درست بات کہنے پر خاص طور پر زور دیا ہے (اَلْقَوْلُ السَّدِيْد) اس قول کو کہتے ہیں جو صحیح اور حق کے موافق یا اس کے قریب تر ہو' مثلاً قراءتِ قرآن' ذکرِ الٰہی' نیکی کا حکم دینا' برائی سے روکنا' علم کا سیکھنا پھر اس کی تعلیم دینا' علمی مسائل میں حق و صواب کے حصول کی حرص' ہر اس راستے پر گامزن ہونے کی کوشش کرنا جو حق تک پہنچتا ہو اور وہ وسیلہ اختیار کرنا جو حق کے حصول میں مددگار ہو۔ لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں نرم اور لطیف کلام بھی قولِ سدید کے زمرے میں آتا ہے' کوئی ایسی بات کہنا جو خیر خواہی کو متضمن ہو' یا کسی درست تر امر کا مشورہ دینا یہ سب قولِ سدید میں داخل ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا جو تقویٰ اور قول سدید پر مترتب ہوتے ہیں' لہٰذا فرمایا: ﴿يُصۡلِحۡ لَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمھارے کام سنوار دے گا۔'' یعنی تقویٰ اعمال کی اصلاح کا سبب اور ان کی قبولیت کا ذریعہ ہے کیونکہ تقویٰ کے استعمال ہی سے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف پاتے ہیں' جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۲۷) ''اللہ تعالیٰ صرف متقین ہی کا عمل قبول فرماتا ہے۔''
تقویٰ کے وجود سے انسان کو عمل صالح کی توفیق عطا ہوتی ہے' تقویٰ ہی کی بنا پر اللہ تعالیٰ اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور ان کے ثواب کی مفاسد سے حفاظت کرتا ہے اور ثواب کو کئی گنا زیادہ کرتا ہے اسی طرح تقویٰ اور قول سدید میں خلل اور فساد اعمال' ان کی عدم قبولیت اور ان کے اثرات مترتب نہ ہونے کا سبب بنتا ہے۔ ﴿وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو بخش دے گا'' جو تمھاری ہلاکت کا سبب ہیں۔ تقویٰ ہی سے تمام معاملات درست اور تمام برائیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بہت بڑی مراد پائے گا۔''

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ

بلاشبہ ہم نے پیش کی (اپنی) امانت اوپر آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے' تو انہوں نے انکار کر دیا

اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا

اس کے اٹھانے سے اور ڈر گئے وہ اس سے اور اٹھا لیا اس (امانت) کو انسان نے' یقیناً تھا وہ بڑا ظالم

جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ

اور بہت جاہل ○ تاکہ عذاب دے اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو

وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

اور توجہ (رحم) فرمائے اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر اور ہے اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اس امانت کی عظمت بیان کرتا ہے جواس نے مکلفین کے سپرد کی۔ اس امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سرافگندہ ہونا اور کھلے چھپے تمام احوال میں محارم سے اجتناب کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو بڑی بڑی مخلوقات' آسمان' زمین اور پہاڑوں وغیرہ کے سامنے پیش کر کے اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا کہ اگر تم اسے قائم کرو گے اور اس کا جو حق ہے وہ ادا کرو گے تو تمھارے لیے ثواب ہے اور اگر تم اس کو قائم کر سکے نہ اسے ادا کر سکے تو تمھیں عذاب ملے گا۔

﴿فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا﴾ یعنی انھوں نے اس خوف سے اس امانت کا بار اٹھانے سے انکار کر دیا کہ وہ اس امانت کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ ان کا یہ انکار اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے طور پر تھا نہ اس کے ثواب میں بے رغبتی کے سبب سے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو اسی شرط کے ساتھ' انسان کے سامنے پیش کیا تو اس نے اسے قبول کر کے اس کا بار اٹھالیا اور اس نے اپنی جہالت اور ظلم کے باوصف اس بھاری ذمہ داری کو قبول کر لیا۔ لوگ اس امانت کو قائم رکھنے اور قائم نہ رکھنے کے لحاظ سے تین اقسام میں منقسم ہیں:

(۱) منافقین: جو ظاہری طور پر اس امانت کو قائم رکھتے ہیں اور باطن میں اس کو ضائع کرتے ہیں۔

(۲) مشرکین: جنھوں نے ظاہری اور باطنی طور پر اس امانت کو ضائع کر دیا ہے۔

(۳) مومنین: جنھوں نے ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے اس امانت کو قائم کر رکھا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تینوں اقسام کے لوگوں کے اعمال اور ان کے ثواب وعقاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔'' ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس آیت مبارکہ کو ان دو اسمائے حسنیٰ پر ختم کیا جو اللہ تعالیٰ کی کامل مغفرت' بے پایاں رحمت اور لامحدود جود وکرم پر دلالت کرتے ہیں۔ بایں ہمہ ان میں سے بہت سے لوگوں کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے نفاق اور شرک کے باعث اس مغفرت اور رحمت کے مستحق نہیں۔

تفسیر سورۃ سبا

سُوْرَةُ سَبَا (۳۴) مَكِّيَّةٌ (۵۸) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۵۴ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں'وہ جس کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'اور اسی کیلئے ہیں سب تعریفیں آخرت میں (بھی)

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

اور وہ نہایت حکمت والا خوب خبردار ہے ○ وہ جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے اس میں سے اور جو اترتا ہے

مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②

آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں'اور وہ نہایت رحم کرنے والا'بہت بخشنے والا ہے ○

حمد سے مراد صفات حمیدہ اور افعال حسنہ کے ذریعے سے'ثنا بیان کرنا ہے'لہٰذا ہر قسم کی حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کیونکہ وہ اپنے اوصاف کی بنا پر مستحق حمد ہے'اس کے تمام اوصاف'اوصاف کمال ہیں۔ وہ اپنے افعال پر مستحق حمد ہے کیونکہ اس کے افعال'اس کے فضل پر مبنی ہیں جس پر اس کی حمد اور اس کا شکر کیا جاتا ہے اور اس کے عدل پر مبنی ہیں جس کی بنا پر اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اس میں اس کی حکمت کا اعتراف کیا جاتا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد اس بنا پر بیان کی ہے کہ ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے'' یعنی ہر چیز اسی کی ملکیت اور اسی کی غلام ہے وہ اپنی حمد و ثنا کی بنا پر ان میں تصرف کرتا ہے۔ ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے'' اس لیے کہ آخرت میں اس اور تمام مخلوق اس کے فیصلے'اس کے کامل عدل وانصاف اور اس میں اس کی حکمت کو دیکھیں گے تو وہ سب اس پر اس کی حمد و ثنا بیان کریں گے حتیٰ کہ ان جہنمیوں کے دل بھی'جن کو عذاب دیا جائے گا'اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوں گے، نیز ان کو اعتراف ہوگا کہ یہ عذاب ان کے اعمال کی جزا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے کے فیصلے میں عادل ہے۔

رہا جنت میں اللہ تعالیٰ کی حمد کا ظہور'تو اس بارے میں نہایت تواتر سے اخبار وارد ہوئی ہیں'دلائل سمعی اور دلائل عقلی ان کی موافقت کرتے ہیں کیونکہ جنتی لوگ جنت میں'اللہ تعالیٰ کی لگاتار نعمتوں'بے شمار خیر و برکت اور اس کی بے پایاں نوازشات کا مشاہدہ کریں گے۔ اہل جنت کے دل میں کوئی آرزو اور کوئی ارادہ باقی نہیں رہے گا جسے اللہ تعالیٰ نے پورا نہ کر دیا ہو اور ان کی خواہش اور آرزو سے بڑھ کر عطا نہ کیا ہو'بلکہ انھیں اتنی زیادہ بھلائی عطا ہوگی کہ ان کی خواہش اور آرزوئیں وہاں پہنچ ہی نہیں سکتیں اور ان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آ سکتا۔ اس حال میں ان کی حمد و ثنا کیسی ہوگی'درآں حالیکہ جنت میں وہ تمام عوارض وقواطع مضمحل ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی

معرفت‘ اس کی محبت اور اس کی حمد و ثنا کو منقطع کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے لیے یہ حال ہر نعمت سے بڑھ کر محبوب اور ہر لذت سے بڑھ کر لذیذ ہوگا، اس لیے جب وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور اس کے خطاب کے وقت اس کے کلام سے محظوظ ہوں گے تو وہ ہر نعمت کو بھلا دیں گے وہ جنت میں ذکر الٰہی میں مشغول رہیں گے اور جنت میں ان کے لیے ذکر کی وہ حیثیت ہوگی جیسے زندگی کے لیے ہر وقت سانس کی حیثیت ہے۔ جب آپ اس کے ساتھ اس چیز کو شامل کر دیکھیں کہ اہل جنت‘ ہر وقت جنت کے اندر اپنے رب کی عظمت‘ اس کے جلال و جمال اور اس کے لامحدود کمال کا نظارہ کریں گے‘ تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی کامل حمد و ثنا کی موجب ہے۔ ﴿وَهُوَ الْحَكِيمُ﴾ وہ اپنے اقتدار و تدبیر اور اپنے امر و نہی میں حکمت والا ہے۔ ﴿الْخَبِيرُ﴾ وہ تمام امور کے اسرار نہاں کی خبر رکھتا ہے‘ لہٰذا اپنے علم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ﴾ ”جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے“ یعنی بارش‘ نباتات کے بیج اور حیوانات وغیرہ ﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ”اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے۔“ یعنی مختلف اقسام کی نباتات اور مختلف انواع کے حیوانات وغیرہ۔ ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ﴾ ”اور جو کچھ اترتا ہے آسمان سے“ یعنی آسمان سے جو فرشتے نازل ہوتے ہیں‘ رزق نازل ہوتا ہے اور تقدیر اترتی ہے۔ ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾ یعنی آسمان کی طرف جو فرشتے اور ارواح وغیرہ بلند ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو بخوبی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے اندر اپنی حکمت اور ان کے احوال کے بارے میں اپنے علم کا ذکر کرنے کے بعد اپنی بخشش اور مخلوقات کے لیے اپنی بے پایاں رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ﴾ ”وہ رحم کرنے والا‘ معاف کرنے والا ہے۔“ یعنی رحمت اور مغفرت جس کا وصف ہے اس کے بندے رحمت اور مغفرت کے تقاضوں کو جس قدر پورا کرتے ہیں‘ اس کے مطابق ہر وقت اس کی رحمت اور مغفرت کے آثار نازل ہوتے رہتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا نہیں آئیگی ہم پر قیامت‘ کہہ دیجیے: کیوں نہیں‘ قسم ہے میرے رب کی! وہ ضرور آئیگی تم پر جو جاننے والا ہے غیب کا

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ

نہیں پوشیدہ رہتی اس سے (کوئی چیز) برابر ایک ذرے کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں (کوئی چیز) چھوٹی اس سے اور نہ بڑی‘

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۙ ③ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مگر وہ (درج ہے) کتاب واضح (لوح محفوظ) میں ○ تاکہ بدلہ دے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک‘ یہ لوگ‘ ان کیلئے ہے

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

مغفرت اور روزی اچھی ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی‘

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾

یہی لوگ‘ان کے لیے ہے عذاب‘ سزا کے طور پر‘ دردناک ○

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت بیان کی جس کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور یہ چیز اس کی تعظیم و تقدیس اور اس پر ایمان کی موجب ہے تو ذکر فرمایا کہ لوگوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے اپنے رب کی قدر کی نہ اس کی تعظیم کی جیسا کہ اس کا حق ہے‘ بلکہ اس کے برعکس انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا اور اس کی مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت کا اور قیامت کی گھڑی کا انکار کیا اور اس کے بارے میں اس کے رسولوں اور ان کی دعوت کی مخالفت کی‘ لہٰذا فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی جنھوں نے اللہ تعالیٰ‘ اس کے رسولوں اور ان کی دعوت کا انکار کیا‘ انھوں نے اپنے کفر کی بنا پر کہا: ﴿ لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ﴾ ”ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔“ یہاں اس دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہاں ہم زندہ رہتے ہیں اور پھر مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان کے اس نظریے کی تردید اور اس کا ابطال کریں اور تاکیداً ان کو قسم کھا کر بتائیں کہ قیامت برحق ہے اور وہ ضرور آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی دلیل کے ذریعے سے استدلال کیا ہے کہ جو کوئی اس دلیل کا اقرار کرتا ہے وہ ضرور موت کے بعد زندگی ہونے کا اقرار کرے گا۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا لامحدود علم‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ عٰلِمِ الْغَيْبِ ﴾ یعنی وہ ان تمام امور کا علم رکھتا ہے جو ہماری آنکھوں سے اوجھل اور ہمارے احاطۂ علم میں نہیں ہیں‘ تب وہ ان امور کا علم کیونکر نہیں رکھتا جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے بارے میں تاکید کے طور پر ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ ﴾ یعنی اس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ﴿ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ زمین و آسمان کی تمام اشیا اپنی ذات و اجزا سمیت، حتی کہ ان کا چھوٹے سے چھوٹا جز بھی اللہ تعالیٰ کے علم سے اوجھل نہیں۔

﴿ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ”اور نہیں کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی مگر وہ کتاب واضح میں درج ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے‘ اس کا قلم اس پر چل چکا ہے اور وہ کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں درج ہو چکی ہے۔ اس لیے وہ ہستی جس سے ذرہ بھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کسی بھی وقت چھپی ہوئی نہیں ہے اور وہ ہستی جانتی ہے کہ زمین میں موت کے ذریعے سے کتنے افراد کی کمی واقع ہو رہی ہے اور کتنے زندہ باقی ہیں اور وہ ان کی موت کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر بالا ولی قادر ہے۔ اس کا مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا‘ اس کے علم محیط سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے موت کے بعد زندگی کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ”تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے“ اپنے دلوں سے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں

کی پوری طرح تصدیق کی۔ ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور انھوں نے نیک عمل کیے'' اپنے ایمان کی تصدیق کے لیے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ انھی لوگوں کے لیے ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے بخشش ہے ان کے ایمان اور اعمال کے باعث ان سے ہر برائی اور تمام عذاب دور ہو جائیں گے۔ ﴿ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''اور عزت کی روزی'' ان کے احسان کے سبب سے انھیں ان کا ہر مطلوب و مقصود حاصل ہو گا اور ان کی ہر آرزو پوری ہو گی۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ ﴾ ''اور جنھوں نے ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کی۔'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کرنے اور ان کو لانے والے انبیاء و مرسلین اور ان کو نازل کرنے والے کو نیچا دکھانے کے لیے زور لگایا جیسے انھوں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کو نیچا دکھانے کے لیے پوری کوشش کی ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴾ ان کے لیے ان کے دل و جان کو سخت تکلیف دینے والا عذاب ہو گا۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ

اور دیکھتے (یقین کرتے) ہیں وہ لوگ جو دیے گئے علم کہ وہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وہ برحق ہے

وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶

اور وہ ہدایت کرتا ہے (اس) راستے کی طرف (جو) نہایت غالب لائق حمد و ثنا کا ہے ○

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے منکرین قیامت کے انکار کا اور ان کی اس رائے کا تذکرہ فرمایا کہ جو کچھ رسول پر نازل ہوا ہے حق نہیں ہے تو اس کے اپنے مومن بندوں کا حال بیان کیا ہے جو اہل علم ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو کتاب نازل کی ہے اور جن اخبار پر یہ کتاب مشتمل ہے وہ برحق ہیں، یعنی حق صرف اسی کے اندر ہے اور جو چیز اس کتاب کی مخالف اور اس سے متناقض ہے وہ باطل ہے کیونکہ وہ علم کے درجۂ یقین پر پہنچ چکے ہیں ﴿ وَ ﴾ ''اور'' وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اوامر و نواہی کے ذریعے سے ﴿ يَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ ''اس ہستی کی راہ دکھاتا ہے جو غالب اور لائق حمد و ثنا ہے۔'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں بہت سے پہلوؤں سے اس کی دی ہوئی خبروں کی صداقت کا یقین جازم ہے۔

- ✻ اپنے علم کی جہت سے خبر دینے والے کی صداقت کا یقین ہے۔
- ✻ انھیں اس جہت سے بھی اس کی صداقت کا یقین ہے کہ یہ کتاب امور واقع اور کتب سابقہ کی موافقت کرتی ہے۔
- ✻ اس پہلو سے بھی ان کے ہاں یہ کتاب حق ہے کہ وہ اس کی دی ہوئی خبروں کے وقوع کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔
- ✻ اس جہت سے بھی انھیں اس کتاب کی صداقت کا یقین ہے کہ وہ آفاق میں اور خود اپنے نفوس میں ایسی

نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو اس کے حق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

✵ اس جہت سے بھی انھیں اس کتاب کے حق پر مبنی ہونے کا یقین ہے کہ آفاق و انفس کی نشانیاں ان امور کی موافقت کرتی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے راستے پر گامزن کرتے ہیں، جو بالکل سیدھا ہے اور وہ کام کی ہر اس صفت کو متضمن ہے جو تزکیہ نفس اور اجر میں اضافے کا باعث ہے، جو عامل اور اس کے علاوہ دیگر لوگوں کو صدق و اخلاص، والدین کے ساتھ حسن سلوک، اقارب کے ساتھ صلہ رحمی اور مخلوقات پر احسان کرنے کا فائدہ پہنچاتی ہے اور ہر بری صفت سے روکتی ہے جو نفس کو گندہ کرتی ہے، اجر کو اکارت کرتی ہے، گناہ اور بوجھ کی موجب ہے مثلاً شرک، زنا، سود اور جان، مال اور عزت و ناموس پر ظلم وغیرہ۔

یہ اہل علم کی منقبت، ان کی فضیلت اور ان کی امتیازی علامت ہے نیز اس بات کی بھی علامت ہے کہ جب بھی بندے کا علم زیادہ ہوگا، رسول (ﷺ) کی لائی ہوئی خبروں کی تصدیق کرتا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حکمتوں کی جتنی زیادہ معرفت رکھنے والا ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ ان اہل علم کے زمرے میں شمار ہوگا جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں پر حجت قرار دیا ہے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے مکذبین و معاندین حق کے خلاف حجت کے طور پر پیش کیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ اور بعض دیگر آیات میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا: کیا رہنمائی کریں ہم تمہاری اوپر ایسے آدمی کے جو خبر دیتا ہے تمہیں کہ جب پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے تم ہر طرح پارہ پارہ کیے جانا

اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ

تو بیشک ہو گے تم البتہ ایک نئی پیدائش میں ○ کیا باندھا ہے اس نے اللہ پر جھوٹ یا اسے جنون (لاحق) ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ لوگ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝۸ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

نہیں ایمان رکھتے آخرت پر (وہ) عذاب میں اور دور کی گمراہی میں (پڑے) ہیں ○ کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے طرف اس کی جو ان کے سامنے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ

اور جو ان کے پیچھے ہے آسمان اور زمین سے، اگر ہم چاہیں تو دھنسا دیں ان کو زمین میں یا گرا دیں ہم

عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۹ ع

ان پر ٹکڑے آسمان سے بے شک اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے واسطے ہر رجوع کرنے والے بندے کے ○

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی کفار تکذیب اور استہزا کے طور پر اور دوبارہ زندگی کو ناممکن قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے ہیں: ﴿ هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴾

’’کیا ہم تمھاری راہنمائی ایسے شخص کی طرف کریں جو تمھیں یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ جب تم بالکل ہی ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر سے ایک نئی پیدائش میں آؤ گے۔‘‘ ان کی مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ ایک ایسے شخص ہیں جو ایک انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں۔ ان کی نظر میں آپ ان کے لیے تفریح کا ایک ذریعہ ہیں اور ایک عجیب شے ہیں جن کا وہ مذاق اڑاتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ آپ کیسے یہ بات کہتے ہیں: ’’جب تم بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تمھارا جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا اور تمھارے اعضا بکھر کر نیست و نابود ہو جائیں گے پھر تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟‘‘ یہ شخص جو بات کہتا ہے کیا ﴿ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی جرأت کی ہے ﴿ اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ﴾ ’’یا اسے جنون ہے؟‘‘ اور یہ اس سے کوئی بعید بھی نہیں کیونکہ جنون کی کئی قسمیں ہیں۔

وہ یہ سب کچھ ظلم اور عناد کی وجہ سے کہتے تھے حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ مخلوق میں سب سے سچے اور سب سے عقل مند انسان ہیں۔ ان کا علم بس یہی ہے کہ انھوں نے آپ سے عداوت شروع کی اور بار بار عداوت کا اظہار کیا اور انھوں نے لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کے لیے اپنی جان اور مال خرچ کر دیا۔

گندے ذہن کے لوگو! اگر آپ ﷺ جھوٹے یا پاگل ہوتے تو یہ مناسب ہی نہ تھا کہ تم ان کی بات پر دھیان دیتے یا تم ان کی دعوت کو در خور اعتنا سمجھتے کیونکہ ایک عقل مند شخص کے لائق نہیں کہ وہ ایک پاگل شخص کی طرف التفات کرے یا اس کی بات کو کوئی اہمیت دے۔ اگر تمھارے دل میں عناد نہ ہوتا اور تمھارا رویہ ظلم پر مبنی نہ ہوتا تو تم آگے بڑھ کر آپ کی دعوت کو قبول کرتے اور آپ کی آواز پر لبیک کہتے مگر حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے نشانیاں اور ڈراوے ان کے کسی کام نہیں آتے۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ﴾ ’’بلکہ بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔‘‘ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنھوں نے مذکورہ بالا بات کہی تھی ﴿ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴾ وہ بہت بڑی بدبختی اور دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں اور منزل صواب کے ذرا بھی قریب نہیں۔ کون سی بدبختی اور گمراہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس چیز پر قادر ہونے کے انکار سے بڑھ کر ہو کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور کون سی بدبختی اور گمراہی ان کی رسولوں کی تکذیب ان کے ساتھ استہزا اور ان کے اس دعوے سے بڑھ کر ہو کہ وہ (کافر) جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ پس وہ حق کو باطل اور باطل و ضلالت کو حق اور ہدایت سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عقلی دلیل کی طرف ان کی توجہ مبذول کی ہے جو موت کے بعد زندگی کے بعید نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اگر وہ اپنے آگے پیچھے زمین اور آسمان کی طرف دیکھیں تو انھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے مناظر نظر آئیں گے جو عقل کو حیران کر دیتے ہیں وہ اس کی عظمت کے ایسے مظاہر دیکھیں گے جو بڑے بڑے علماء

کو حواس باختہ کر دیتے ہیں اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ زمین و آسمان کی تخلیق ان کی عظمت اور زمین و آسمان کے اندر موجود مخلوقات کی تخلیق قبروں میں مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ عظیم ہے۔ پس کس چیز نے ان کو اس پر آمادہ کیا ہے کہ وہ موت کے بعد زندگی کی تکذیب کرتے رہیں حالانکہ وہ اس سے مشکل تر چیز کی تصدیق کرتے ہیں۔

ہاں! موت کے بعد زندگی اب تک خبر غیبی ہے جس کا انھوں نے مشاہدہ نہیں کیا اس لیے انھوں نے اس کی تکذیب کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔'' یعنی عذاب کا کوئی ٹکڑا کیونکہ زمین اور آسمان ہمارے دست تدبیر کے تحت ہیں۔ اگر ہم ان کو حکم دیں تو وہ حکم عدولی نہیں کر سکتے' لہٰذا تم اپنی تکذیب پر مصر رہنے سے باز آ جاؤ ورنہ ہم تمھیں سخت سزا دیں گے۔ ﴿ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ ﴾ یعنی زمین و آسمان اور ان میں موجود تمام مخلوقات کی تخلیق میں ﴿ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ﴾ ''البتہ نشانی ہے ہر اس بندے کے لیے' جو اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے'' اس کی اطاعت کرتا ہے اور اسے پورا یقین ہے کہ وہ انسانوں کی موت کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

بندۂ مومن جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا' اسی قدر زیادہ وہ آیات الٰہی سے مستفید ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے' اس کا ارادہ اور ہمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بندہ ہر معاملے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے اور اپنے رب کی رضا میں مشغولیت کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ مخلوقات پر اس کی نظر بے فائدہ اور غفلت کی نظر نہیں ہوتی بلکہ فکر و عبرت کی نظر ہوتی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾

اور تحقیق دی ہم نے داود کو اپنی طرف سے فضیلت' (ہم نے حکم دیا) اے پہاڑو! تسبیح دہراؤ اسکے ساتھ اور پرندوں کو (بھی کہا) اور نرم کر دیا ہم نے اس کیلئے لوہا۞

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ

یہ کہ بنا (زرہیں) کامل کشادہ اور (مناسب) اندازہ رکھ کڑیاں جوڑنے میں اور تم (سب) عمل کرو نیک'

اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾

بے شک میں' ساتھ اس کے جو تم کرتے ہو' خوب دیکھنے والا ہوں۞

ہم نے اپنے بندے اور رسول داود علیہ السلام پر احسان کیا اور ہم نے انھیں علم نافع اور عمل صالح میں فضیلت بخشی اور انھیں دینی اور دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے کہ اس نے پہاڑوں' حیوانات اور پرندوں کو حکم دیا کہ وہ داود علیہ السلام کی حمد و تسبیح کی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملائیں۔ یہ ایسی نعمت ہے جو

آپ کے خصائص میں شمار ہوتی ہے اور یہ خصوصیت آپ سے پہلے کسی کو عطا کی گئی نہ آپ کے بعد۔ یہ آواز آپ کو اور دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر آمادہ کرتی تھی۔ جب وہ دیکھتے کہ یہ جمادات، پہاڑ اور حیوانات حضرت داود علیہ السلام کی آواز کا جواب دیتے ہوئے اپنے رب کی تسبیح و تکبیر اور تمجید و تحمید کرتے ہیں تو یہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر پر آمادہ کرتی۔

بہت سے علماء کہتے ہیں کہ یہ نعمت داود علیہ السلام کی آواز کی طرب خیزی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت خوبصورت آواز سے سرفراز فرمایا تھا اور انھیں اس میدان میں سب پر فوقیت حاصل تھی۔ جب آپ تسبیح و تہلیل اور تمجید و تحمید میں اپنی طرب انگیز آواز بلند کرتے تو جن وانس، پرندے اور پہاڑ آپ کی آواز پر جھوم اٹھتے اور اپنے رب کی تحمید و تسبیح بیان کرنے لگتے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی کہ آپ کی آواز پر طرب میں آ کر تسبیح و تحمید بیان کرنے والے جمادات و حیوانات کی تسبیح کا اجر بھی آپ کو حاصل ہوتا تھا کیونکہ آپ ان کی تسبیح و تحمید کا سبب تھے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی آپ پر فضل و کرم تھا کہ اس نے لوہے کو آپ کے لیے نرم کر دیا تا کہ آپ زرہیں تیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زرہ کی صنعت کی تعلیم دی اور زرہ کے حلقوں کو اندازے پر رکھنا سکھایا یعنی آپ اندازے کے ساتھ زرہ کا حلقہ بناتے تھے پھر ان کو ایک دوسرے میں داخل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۸۰) ”اور ہم نے تمھارے لیے ان کو زرہ بنانا سکھا دیا تا کہ یہ زرہیں تمھیں ایک دوسرے کی ضرب سے محفوظ رکھیں، تو پھر کیا تم شکر گزار ہو گے؟“

حضرت داود علیہ السلام اور آل داود پر اپنے احسان کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو شکر کرنے کا حکم دیا، نیز انھیں یہ حکم بھی دیا کہ وہ نیک عمل کریں اور اپنے عمل کی اصلاح اور مفسدات سے اس کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈریں کیونکہ وہ ان اعمال کو دیکھتا ہے، ان کی اطلاع رکھتا ہے اور کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ

اور (تابع کیا) سلیمان کے ہوا کو، اسکا صبح کا چلنا ایک ماہ (کی مسافت) تھا اور اسکا شام کا چلنا ایک ماہ تھا اور بہا دیا ہم نے اس کیلیے چشمہ تانبے کا،

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا

اور کچھ جن تھے جو کام کرتے تھے اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے، اور جو پھر جاتا ان میں سے ہمارے حکم سے

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ

تو چکھاتے ہم اس کو عذاب خوب بھڑکتی آگ کا ○ وہ بناتے تھے اس کے لیے جو وہ چاہتا، عالیشان عمارتیں اور مجسمے اور (بڑے بڑے) لگن

كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

جیسے حوض اور دیگیں جمی ہوئیں، عمل کرو تم اے آل داود! (ہمارا) شکر کرنے کے لیے اور بہت ہی تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے شکر گزار ○

فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ

پس جب ہم نے فیصلہ (نافذ) کر دیا اس (سلیمان) پر موت کا، تو نہیں بتلایا ان (جنوں) کو اس (سلیمان) کی موت کا مگر گھن کے کیڑے نے جو کھا رہا تھا

مِنۡسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ الۡغَيۡبَ

اس کی لاٹھی کو پس جب گر گیا سلیمان، تو جان لیا جنوں نے کہ اگر ہوتے وہ جانتے غیب کو

مَا لَبِثُوۡا فِى الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ؕ ﴿۱۴﴾

تو نہ ٹھہرے رہتے وہ اس عذاب میں جو ذلیل کرنے والا ہے۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام پر اپنا فضل و کرم بیان کرنے کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے لیے مسخر کر دیا جو آپ کے حکم پر چلتی تھی جو آپ کو اور آپ کی افواج کو اٹھائے پھرتی تھی اور بہت دور کی مسافتیں بہت کم مدت میں طے کرتی تھی۔ دو ماہ کی مسافت ایک دن میں طے کر لیتی تھی۔ فرمایا: ﴿غُدُوُّهَا شَهۡرٌ﴾ ''اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی ہوتی تھی۔'' دن کی ابتدا سے لے کر زوال تک ﴿وَرَوَاحُهَا شَهۡرٌ﴾ ''اور اس کی شام کی منزل ایک مہینے کی ہوتی تھی۔'' یعنی زوال آفتاب سے لے کر دن کے آخر تک۔ ﴿وَاَسَلۡنَا لَهٗ عَيۡنَ الۡقِطۡرِ﴾ اور ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کا چشمہ مسخر کر دیا اور اس تانبے سے مختلف اقسام کی اشیا اور برتن بنانے کے اسباب کو ان کے لیے آسان کر دیا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے شیاطین اور جنوں کو مسخر کر دیا وہ آپ کی حکم عدولی کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ فرمایا: ﴿وَمَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ﴾ ''اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا، ہم اس کو جہنم کی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔''

یہ شیاطین اور جن وہ تمام کام کرتے تھے جس کا حضرت سلیمان علیہ السلام ان کو حکم دیتے تھے ﴿مِنۡ مَّحَارِيۡبَ﴾ ''قلعے'' اس سے مراد ہر ایسی تعمیر ہے جس کے ذریعے سے عمارتوں کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ گویا اس میں بڑی بڑی عمارتوں کا ذکر ہے ﴿وَتَمَاثِيۡلَ﴾ ''اور مجسمے'' یعنی حیوانات و جمادات کی تماثیل بنانا ان کی اس صنعت میں مہارت، قدرت اور ان کا سلیمان علیہ السلام کے لیے کام کرنا ہے۔ ﴿وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ﴾ ''اور لگن جیسے تالاب'' وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بڑے بڑے حوض بناتے تھے، جن میں کھانا ڈالا جاتا تھا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایسی چیزوں کے ضرورت مند تھے جن کے دوسرے لوگ محتاج نہ تھے اور وہ ان کے لیے بڑی دیگیں بناتے تھے جو بڑی ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہ ہٹتی تھیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر اپنی نوازشات کا ذکر کرنے کے بعد انھیں ان نوازشات پر شکر کرنے کا حکم دیا

چنانچہ فرمایا: ﴿ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ ﴾ ''اے آل داود! نیک عمل کرو۔'' اس سے مراد داوٗد علیہ السلام، ان کی اولاد اور اہل وعیال ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ان سب پر تھا اور ان بہت سے فوائد سے سبھی مستفید ہوتے تھے۔ ﴿ شُكْرًا ﴾ یعنی اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا کیا ہے۔ ﴿ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴾ اکثر لوگ' اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمتیں عطا کی ہیں اور ان سے جو تکالیف دور کی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ ''شکر'' سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا دل سے اعتراف کرنا' اپنے آپ کو اس کا محتاج سمجھتے ہوئے اس نعمت کو قبول کرنا' اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرنا اور اس کی نافرمانی میں صرف کرنے سے گریز کرنا۔

شیاطین اور جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے عمارتیں تعمیر کرتے رہے۔ انھوں نے انسانوں کو بہکایا اور ان پر ظاہر کیا کہ وہ غیب کا علم جانتے ہیں اور چھپی ہوئی چیزوں کی اطلاع رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ بندوں پر ان کا جھوٹ واضح کرے' لہٰذا وہ اپنا کام کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا فیصلہ کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عصا کا سہارا لیے کھڑے تھے (اور اسی حالت میں وفات پا گئے) تو جن جب وہاں سے گزرتے تو دیکھتے کہ وہ سہارا لیے کھڑے ہیں۔ وہ انھیں زندہ سمجھتے ہوئے ان سے ڈرتے رہے۔ ایک قول کے مطابق جن سال بھر اسی طرح کام کرتے رہے حتیٰ کہ دیمک نے ان کا عصا کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ عصا بالکل ختم ہو کر گر گیا اور اس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسد بھی زمین پر آ رہا۔ یہ دیکھ کر شیاطین آزاد ہو کر بھاگ گئے اس طرح انسانوں پر واضح ہو گیا ﴿ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴾ ''کہ اگر جنوں کے پاس علم غیب ہوتا تو وہ اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔'' یعنی اس انتہائی سخت کام میں مصروف نہ رہتے۔ اگر ان کے پاس غیب کا علم ہوتا تو انھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وفات پا جانے کا علم ہوتا' جو ان کی سب سے بڑی خواہش تھی تاکہ اس مشقت سے نجات پائیں۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

البتہ تحقیق تھی سبا (قوم) کے لیے ان کی بستی میں ایک (عظیم) نشانی' دو باغ' دائیں اور بائیں طرف' کھاؤ تم رزق میں سے

رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ

اپنے رب کے اور شکر کرو تم اس کا (یہ) شہر ہے پاکیزہ اور رب ہے بڑا بخشنے والا ○ پس انہوں نے اعراض کیا تو بھیج دیا ہم نے ان پر سیلاب

الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ

بند کا' اور بدل دیے ہم نے انکو انکے دو باغوں کے عوض' دو باغ کسیلے میوے والے اور (جس میں تھے) کچھ جھاؤ اور کچھ درخت بیری کے

قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

تھوڑے سے ○ یہ سزا دی ہم نے انکو اسکی جو انہوں نے کفر کیا اور نہیں ہم سزا دیتے مگر ناشکروں ہی کو ○ اور (قائم) کر دی تھیں ہم نے درمیان انکے

وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا

اور درمیان ان بستیوں کے جن میں برکت رکھی تھی ہم نے کچھ بستیاں جو متصل تھیں اور مقرر کیں ہم نے اس میں منزلیں (اور کہا) چلو تم ان میں

لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

راتوں اور دنوں کو بے خوفی سے ○ پس انھوں نے کہا اے ہمارے رب! دوری کر دے درمیان ہمارے سفروں کے اور ظلم کیا انھوں نے اپنی جانوں پر

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

پس بنا دیا ہم نے انکو افسانے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہم نے انکو مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کرنا بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں واسطے ہر صابر

شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا

شاکر کے ○ اور تحقیق سچ کر دکھایا ان پر ابلیس نے اپنا خیال پس پیروی کی انہوں نے اس کی سوائے ایک فریق کے

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ

مومنوں میں سے ○ اور نہیں تھا اس کا اوپر ان کے کوئی زور مگر تا کہ ہم جان لیں

مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ

کون ایمان رکھتا ہے آخرت پر (الگ) اس سے جو اس کے بارے میں شک میں ہے اور آپ کا رب

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾

اوپر ہر چیز کے نگران ہے ○

’’سبا‘‘ ایک معروف قبیلہ تھا جو یمن کے قریب ترین علاقوں میں آباد تھا۔ وہ ایک شہر میں آباد تھے جسے ’’مَارِب‘‘ کہا جاتا تھا۔ تمام بندوں پر عموماً اور عربوں پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اس کی بے پایاں نعمتیں ہیں کہ اس نے قرآن مجید میں ان ہلاک شدہ قوموں کے بارے میں خبر دی ہے جن پر عذاب نازل کیا گیا جو ان کے پڑوس میں آباد تھیں جہاں ان کے آثار کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور لوگ ان کے واقعات کو ایک دوسرے سے نقل کرتے چلے آ رہے ہیں تاکہ اس طرح ان کے واقعات کے ذریعے سے قرآن کی تصدیق ہو اور یہ چیز نصیحت کے قریب تر ہو۔

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ﴾ ’’سبا کے لیے تھی ان کے مسکنوں میں‘‘ یعنی ان کے مساکن جہاں وہ آباد تھے ﴿اٰيَةٌ﴾ ’’ایک نشانی‘‘ اور وہ نشانی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا اور بہت سی تکالیف کو ان سے دور کیا اور یہ چیز اس بات کی متقضی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کا شکر ادا کرتے پھر اللہ تعالیٰ نے اس نشانی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ﴾ ’’ان کے دائیں بائیں دو باغات تھے۔‘‘ ان کے پاس ایک وادی تھی جہاں بہت کثرت سے سیلاب آتے تھے انھوں نے اس پانی کا ذخیرہ کرنے کے لیے ایک بہت مضبوط بند تعمیر کیا۔ چنانچہ سیلاب کا پانی آ کر اس وادی میں جمع ہو جاتا پھر وہ اس

وادی کے دائیں بائیں لگائے ہوئے اپنے باغات کو اس پانی سے سیراب کرتے یہ دو عظیم باغ ان کے لیے اتنا پھل پیدا کرتے جو ان کی معیشت کے لیے کافی ہوتا۔ اس سے انھیں بہت مسرت حاصل ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو کئی پہلوؤں سے اپنی ان بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا:

(۱) یہ دونوں باغ ان کو ان کی خوراک کا بہت بڑا حصہ فراہم کرتے تھے۔

(۲) اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے علاقے کو اس کی نہایت خوشگوار آب و ہوا' اس کے مضر صحت نہ ہونے اور رزق کے ذرائع کی فراوانی کی بنا پر' بہت خوبصورت بنایا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا، اس لیے فرمایا: ﴿ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴾ ''پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے۔''

(۴) اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ وہ اپنی تجارت اور اپنے مکاسب میں ارض مبارک کے محتاج ہیں..... سلف میں سے ایک سے زائد اہل علم کے مطابق ارض مبارک سے ''صنعاء'' کی بستیاں مراد ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ اس سے مراد ارض شام ہے..... تو ان کو ایسے ذرائع اور اسباب مہیا کر دیے جن کے ذریعے سے ان بستیوں تک پہنچنا ان کے لیے انتہائی آسان ہو گیا۔ انھیں دوران سفر امن اور عدم خوف حاصل ہوا' ان کے درمیان اور ارض مبارک کے درمیان بستیاں اور آبادیاں تھیں، بنابریں انھیں زادراہ کا بوجھ اٹھانے کی مشقت نہیں اٹھانا پڑتی تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ﴾ ''اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی' دیہات بنائے تھے جو سامنے نظر آتے تھے اور ان میں آمد و رفت کا اندازہ مقرر کر دیا تھا۔'' یعنی ایک مقرر راستہ جسے وہ پہچانتے تھے اسی پر چلتے تھے اور یہ راستہ چھوڑ کر ادھر ادھر نہ ہوتے تھے۔ ﴿ لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴾ وہ ان میں راتوں اور دنوں کو نہایت اطمینان کے ساتھ' کسی خوف کے بغیر سفر کرتے تھے۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی کامل نعمت تھی کہ اس نے ان کو خوف سے مامون رکھا۔ پس انھوں نے نعمتیں عطا کرنے والے منعم حقیقی اور اس کی عبادت سے منہ موڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت پر اترانے لگے اور اس سے اکتا گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمنا کرنے لگے کہ ان کی بستیوں کے درمیان ان کا سفر' جو نہایت آسان ہے' کاش! وہ دور ہو جائے۔

﴿ وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی نعمتوں کا انکار کر کے انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی نعمت کے ذریعے سے' جس نے انھیں سرکش بنا دیا تھا' ان کو سزا دی کہ ان کے اس بند کو توڑ دینے والا منہ زور سیلاب بھیجا جس نے ان کے اس بند کو توڑ کر ان کے باغات کو تباہ کر دیا۔ ان کے پھل دار درختوں والے یہ

باغات جھاڑ جھنکار میں بدل گئے' لہٰذا فرمایا: ﴿وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ﴾ ''اور ہم نے ان کو ان کے دو باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیے جن کے میوے'' یعنی بہت تھوڑا پھل جو ان کے کسی کام نہیں آ سکتا تھا ﴿خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ﴾ ''بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔'' یہ سب معروف درخت ہیں۔ یہ سزا ان کے عمل کی جنس سے تھی یعنی جس طرح انھوں نے شکرِ حسن کو کفرِ قبیح میں بدل ڈالا اسی طرح ان کی وہ نعمتیں بدل دی گئیں جن کا گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے' اس لیے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾ ''یہ ہم نے انھیں ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔'' یعنی ہم جزا کے طور پر عذاب...... جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے...... اس شخص کے سوا کسی اور کو نہیں دیتے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا ہو اور اس کی عطا کردہ نعمت پر اترا تا رہا ہو۔

جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹوٹ پڑا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئے جبکہ اس سے پہلے وہ اکٹھے تھے۔ ہم نے ان کو قصے کہانیاں بنا کر رکھ دیا۔ لوگ ان کے بارے میں دن رات گفتگو کرتے ہیں۔ وہ پراگندگی میں ضرب المثل بن گئے اور ان کی مثال دی جانے لگی، چنانچہ کہا جاتا ہے: (تَـفَـرَّقُوا أَيْدِي سَبَأ) ''وہ ایسے بکھر گئے جیسے قوم سبا بکھر گئی تھی۔'' ہر شخص ان کے قصے بیان کرتا تھا' مگر عبرت سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر گزار بندے کے لیے نشانیاں ہیں۔'' ناپسندیدہ امور اور سختیوں پر صبر کرنے والا' جو ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر برداشت کرتا ہے' ان پر ناراضی کا اظہار نہیں کرتا بلکہ ان پر صبر کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار اور اعتراف کر کے اس پر اس کا شکر ادا کرتا ہے' منعم کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے اور اس نعمت کو اس کی اطاعت میں صرف کرتا ہے۔

جب ان کا قصہ سنا جاتا ہے کہ ان کے کرتوت کیا تھے اور ان کے ساتھ کیا کیا گیا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو یہ سزا اس بنا پر دی گئی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناسپاسی کی تھی، نیز یہ اس پر بھی دلیل ہے کہ جو کوئی اس قسم کا رویہ اختیار کرے گا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔

(۱) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ ''شکر'' اللہ تعالیٰ کی نعمت کی حفاظت اور اس کی ناراضی کو دور کرتا ہے۔

(۲) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اپنی خبر میں سچے ہیں۔

(۳) ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جزا حق ہے جیسا کہ اس کا نمونہ دنیا میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ سبا ایسی قوم ہے جس کی وجہ سے شیطان نے اپنا یہ دعویٰ سچ کر دکھایا جیسا کہ اس نے کہا تھا: ﴿فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ (صٓ: ۸۲/۳۸، ۸۳) ''تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بدراہ کر کے رہوں گا' سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔''

یہ شیطان کا گمان تھا جو یقین پر مبنی نہ تھا کیونکہ شیطان غیب کا علم جانتا ہے نہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خبر ہی آئی تھی کہ وہ ان سب کو بدراہ کرے گا سوائے ان مستثنیٰ لوگوں کے۔ پس یہ لوگ اور ان جیسے دیگر لوگ، جن کے بارے میں شیطان کا گمان سچا ثابت ہوا اس نے ان کو اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دی اور ان کو بہکایا ﴿فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ”تو مومنوں کی ایک جماعت کے سوا وہ اس کے پیچھے چل پڑے۔“ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری نہیں کی تو یہ لوگ ابلیس کے گمان میں داخل نہیں ہیں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ قوم سبا کا قصہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر ختم ہو گیا ہو: ﴿اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ﴾ اور پھر اس آیت کریمہ سے دوبارہ کلام کی ابتدا کی ہو ﴿وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ﴾ ”اور تحقیق شیطان نے ان کے بارے میں (اپنا گمان) سچ کر دکھایا“ یعنی تمام انسانوں کی جنس کے بارے میں۔ تب یہ آیت کریمہ ان تمام لوگوں کے بارے میں عام ہے جنہوں نے شیطان کی پیروی کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لَهٗ﴾ ”اور نہیں ہے اس کو“ یعنی ابلیس کو ﴿عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ﴾ ”ان پر کوئی غلبہ۔“ یعنی شیطان کو کوئی تسلط اور غلبہ حاصل ہے نہ وہ کسی کو اپنے ارادے کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر سکتا ہے لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جو شیطان کے تسلط اور بنی آدم کو گمراہ کرنے میں اس کی فریب کاری کا تقاضا کرتی ہے۔ ﴿لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِيۡ شَكٍّ﴾ ”تاکہ ہم معلوم کر لیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس بارے میں شک میں پڑا ہوا ہے۔“ تاکہ امتحان کا بازار گرم رہے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز واقع ہو جائے، وہ شخص پہچانا جائے جس کا ایمان صحیح ہے جو امتحان، آزمائش اور شیطانی شبہات کے وقت ثابت قدم رہا اور وہ شخص بھی پہچان لیا جائے جس کا ایمان صحیح نہیں جو ادنیٰ سے شبہے پر متزلزل ہو جاتا ہے اور اس سے متضاد تھوڑی سی دعوت پر اپنے موقف سے ہٹ جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے امتحان کا ذریعہ بنایا ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور پاک لوگوں میں سے ناپاک کو ظاہر کر دیتا ہے ﴿وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ حَفِيۡظٌ﴾ ”اور آپ کا رب ہر چیز پر محافظ ہے۔“ وہ بندوں کی حفاظت کرتا ہے، ان کے اعمال اور اعمال کی جزا کو محفوظ رکھتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کی پوری جزا دے گا۔

قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ

کہہ دیجیے: پکارو ان کو جنہیں گمان کیا تھا تم نے اللہ کے سوا (معبود) نہیں اختیار رکھتے وہ برابر ایک ذرے کے آسمانوں میں

وَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيۡهِمَا مِنۡ شِرۡكٍ وَّمَا لَهٗ مِنۡهُمۡ مِّنۡ ظَهِيۡرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنۡفَعُ

اور نہ زمین میں اور نہیں ہے انکی ان دونوں میں کوئی شرکت اور نہیں ہے اس کیلئے ان میں سے کوئی مددگار ○ اور نہیں نفع دے گی

الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ قَالُوۡا

سفارش اسکے پاس، سوائے اس شخص کے کہ اجازت دے گا اللہ اسے، یہاں تک کہ جب دور کر دی جاتی ہے گھبراہٹ انکے دلوں سے تو کہتے ہیں:

مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۲۳﴾

کیا کہا تمہارے رب نے؟ وہ کہتے ہیں: حق (کہا) اور وہ بہت بلند اور بڑا ہے۔

﴿ قُلْ ﴾ اے رسول! جو لوگ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی کو کوئی نفع نقصان نہیں دے سکتی انھیں خود ساختہ معبودوں کا عجز اور ان کی عبادت کا بطلان واضح کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ یعنی جنھیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہو اگر تمھارا پکارنا کوئی فائدہ دے سکتا ہے تو انھیں پکار دیکھو۔ ان کی بے بسی اور تمھاری پکار کا جواب دینے پر عدم قدرت کے اسباب ہر لحاظ سے بہت زیادہ اور واضح ہیں۔

بلاشبہ وہ کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ ﴿لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ زمین و آسمان میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں'' یعنی وہ مستقل طور پر کسی چیز کے مالک ہیں نہ کسی چیز کی ملکیت میں اشتراک رکھتے ہیں، بنا بریں فرمایا: ﴿ وَمَا لَهُمْ ﴾ ''اور ان کے لیے نہیں ہے'' یعنی جن کو تم نے معبود سمجھ رکھا ہے ﴿ فِيهِمَا ﴾ آسمانوں اور زمین میں ﴿ مِنْ شِرْكٍ ﴾ ''کوئی شراکت'' یعنی خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر' ان کا اس میں کوئی بھی حصہ نہیں ہے۔ پس وہ کسی چیز کے مالک ہیں نہ ملکیت میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ' ان کے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ملکیت میں شریک نہ ہونے کے باوجود ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ مالک کے اعوان و انصار اور اس کے وزرا ہیں، لہٰذا ان کو پکارنا نفع مند ہے' کیونکہ بادشاہ ان کا محتاج ہوتا ہے اور وہ اپنے متعلقین کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس مرتبہ و مقام کی بھی نفی فرما دی' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَا لَهُ ﴾ ''اور نہیں ہے اس کے لیے'' یعنی اللہ تعالیٰ واحد قہار کے لیے ﴿ مِنْهُمْ ﴾ ان خود ساختہ معبودوں میں سے ﴿ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴾ کوئی معاون اور وزیر' جو کاروبار' اقتدار اور تدبیر مملکت میں اس کی مدد کرے۔

باقی رہی شفاعت تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی نفی فرما دی' فرمایا: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ ''اور اس کے ہاں سفارش فائدہ نہیں دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔'' یہ وہ تعلقات اور امیدیں ہیں جو مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں' بتوں' انسانوں اور شجر و حجر سے وابستہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امیدوں کو منقطع کر دیا اور ان کے بطلان کو اچھی طرح واضح کر کے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ چونکہ مشرک غیر اللہ کی عبادت صرف اس لیے کرتا ہے کہ اسے غیر اللہ سے کسی نفع کی امید ہوتی ہے اور یہی امید شرک کی موجب ہوتی ہے تو جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی' جسے یہ اللہ کے سوا پکارتا ہے' کسی نفع و نقصان کی مالک ہے نہ مالک کی ملکیت میں شریک ہے' نہ اس کی معاون اور مددگار ہے اور نہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکتی ہے تو اس کا یہ پکارنا اور اس کی یہ عبادت عقل کے مطابق گمراہی اور شرع کے مطابق باطل ہے۔

اس کے برعکس مشرک کو اس سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ اس کے مقصود و مطلوب کے بالکل الٹ ہوتی

ہے۔ مشرک ان خود ساختہ معبودوں کے ذریعے سے نفع چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس نفع کا بطلان اور اس کا معدوم ہونا واضح کر دیا ہے اور بعض دیگر آیات میں ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرنے والے کے لیے ان کے ضرر کو بیان کر دیا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ قیامت کے روز یہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ فرمایا: ﴿ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ (الاحقاف: ٤٦/ ٦) ”اور جب تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔“ بڑی عجیب بات ہے کہ مشرک آدمی تکبر و استکبار کی وجہ سے رسولوں کی اطاعت اس گمان سے نہیں کرتا کہ وہ بشر ہیں اور اس کا حال یہ ہے کہ وہ شجر و حجر کو پکارتا ہے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، محض تکبر کی بنا پر رحمان کے لیے اخلاص نہیں رکھتا مگر اپنے بدترین دشمن شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے ان ہستیوں کی عبادت پر راضی ہو جاتا ہے جن کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔

﴿ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ ”حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔“ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہ احتمال موجود ہے کہ اس مقام پر ضمیر مشرکین کی طرف لوٹتی ہو کیونکہ آیت کریمہ میں لفظاً وہی مذکور ہیں اور ضمائر کے بارے میں قاعدہ بھی یہی ہے کہ یہ اپنے قریب ترین مذکور کی طرف لوٹتی ہیں تب اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ قیامت کے روز جب مشرکین کی گھبراہٹ دور ہوگی اور انھیں ہوش آئے گا تو ان سے دنیا میں ان کے احوال کے بارے میں سوال کیا جائے گا' حق لانے والے رسولوں کی تکذیب کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا تو وہ اقرار کریں گے کہ کفر اور شرک پر مبنی ان کا موقف باطل تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور انبیاء و مرسلین نے اس کے بارے میں خبر دی تھی وہی حق تھا۔ تو اس سے پہلے جو کچھ وہ چھپایا کرتے تھے سب ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گا اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ حق تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ ﴾ وہ بذاتہ تمام مخلوقات کے اوپر ہے' وہ ان پر غالب ہے اور وہ اپنی عظیم اور جلیل القدر صفات کی بنا پر عالی قدر ہے۔ ﴿ الْكَبِيْرُ ﴾ وہ اپنی ذات و صفات میں بہت بڑا ہے۔ یہ اس کی بلندی ہے کہ اس کا حکم سب پر غالب ہے نفوس اس کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ مشرکین و متکبرین کے نفوس بھی سرافگندہ ہیں۔ یہ معنیٰ زیادہ واضح ہے اور یہی وہ معنیٰ ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر ملائکہ کی طرف لوٹتی ہو' یعنی جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے کلام فرماتے ہیں اور فرشتے اسے سنتے ہیں تو وہ غش کھا کر سجدے میں گر جاتے ہیں' پھر سب سے پہلے

جبریل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرماتے ہیں اس کے بارے میں ان سے وحی کے ذریعے سے کلام کرتے ہیں۔ جب فرشتوں کی مدہوشی دور اور ان کی گھبراہٹ زائل ہو جاتی ہے تو وہ کلام الٰہی کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں جس کی بنا پر ان پر غشی طاری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حق ارشاد فرمایا: یہ بات وہ یا تو اجمالی طور پر کہتے ہیں کیونکہ انھیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے سوا کچھ نہیں کہتے یا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں بات ارشاد فرمائی ہے۔ یہ اس کلام کی وجہ سے کہتے ہیں جو انھوں نے اس سے سنا ہے اور یہ سب حق ہے۔

تب اس احتمال کے مطابق معنیٰ یہ ہوگا کہ مشرکین جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کی جن کے عجز اور نقص کے بارے میں ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ وہ کسی بھی لحاظ سے کسی کو کوئی نفع نہیں دے سکتے تو ان کفار نے رب عظیم کی عبادت میں اخلاص سے کیسے انحراف کیا' جو بلند اور بہت بڑا ہے جس کی عظمت و جلال کا یہ حال ہے کہ بڑے بڑے مکرم اور مقرب فرشتے' اس کا کلام سن کر خشوع و خضوع کی بنا پر غش کھا کر گر پڑتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ ان مشرکین کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ تکبر سے اس ہستی کی عبادت سے انکار کرتے ہیں جس کی عظمت' اقتدار' تسلط اور شان کا یہ حال ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے شرک اور ان کے کذب و بہتان طرازی سے بلند و بالا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ

کہہ دیجیے: کون رزق دیتا ہے تم کو آسمانوں اور زمین سے؟ کہہ دیجیے: اللہ ہی' اور بلاشبہ ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ

صریح گمراہی میں ○ کہہ دیجیے: نہیں پوچھے جاؤ گے تم اس کی بابت جو ہم نے جرم کیا اور نہ ہم پوچھے جائیں گے اس کی بابت جو تم عمل کرتے ہو ○ کہہ دیجیے:

يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ

جمع کرے گا ہم سب کو ہمارا رب پھر وہ فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان ساتھ حق کے اور وہی ہے فیصلہ کرنے والا' جاننے والا ○ کہہ دیجیے:

اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

دکھاؤ تم مجھے وہ (معبود) جن کو ملا دیا تھا تم نے اس (اللہ) کے ساتھ شریک (ٹھہرا کر) ہرگز ایسا نہیں بلکہ وہی ہے اللہ غالب حکمت والا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں ان سے ان کے شرک کی صحت کی دلیل طلب کرتے ہوئے کہہ دیجیے! ﴿ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''آسمانوں اور زمین سے تمھیں رزق کون فراہم کرتا ہے؟'' تو وہ لازمی طور پر اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ انھیں رزق مہیا کرتا ہے اگر وہ اس حقیقت کا اقرار نہ کریں تو ﴿ قُلِ اللّٰهُ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ رزق عطا کرتا ہے۔''

آپ ایک بھی ایسا شخص نہ پائیں گے جو اس بات کو رد کر سکے۔ جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو زمین و آسمان سے تمھیں رزق عطا کرتا ہے، وہ تمھارے لیے آسمان سے بارش برساتا ہے' وہ تمھارے لیے نباتات اگاتا ہے' وہ تمھارے لیے دریاؤں کو جاری کرتا ہے' وہ درختوں پر تمھارے لیے پھل اگاتا ہے' اس نے تمام حیوانات کو تمھارے رزق اور تمھاری دیگر منفعتوں کے لیے تخلیق فرمایا۔ پھر تم اس کے ساتھ ان ہستیوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو تمھیں رزق عطا کر سکتی ہیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتی ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاِنَّاۤ اَوْ اِیَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ یعنی ہم دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ ہدایت پر ہے یا واضح گمراہی میں غرق ہے۔ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس پر حق ظاہر اور صواب واضح ہو' جسے اپنے موقف کے حق ہونے اور اپنے مخالف کے موقف کے بطلان کا یقین ہو۔

ہم نے وہ تمام دلائل واضح کر دیے ہیں جو ہم پیش کرتے ہیں اور جو تم پیش کرتے ہو۔ جن سے کسی شک کے بغیر یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ ہم میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ؟ حتیٰ کہ اس کے بعد تعیین ایسے ہو جاتی ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔

اگر آپ اس شخص کے درمیان...... جو اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا' جو ان میں ہر قسم کا تصرف کرتا ہے' جو ہر قسم کی نعمت عطا کرتا ہے' جس نے ان کو رزق مہیا کیا' ان تک ہر قسم کی نعمت پہنچائی' ان سے ہر برائی کو دور کیا۔ تمام حمد و ثنا اسی کے لیے ہے' تمام فرشتے اور ان سے کم تر مخلوق اس کی ہیبت کے سامنے سرنگوں ہیں اور اس کی عظمت کے سامنے ذلت کا اظہار کرتے ہیں' تمام سفارشی اس سے خائف ہیں' ان میں سے کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا جو اپنی ذات میں اور اپنے اوصاف و افعال میں بہت بلند اور بہت بڑا ہے' جو ہر قسم کے کمال' جلال اور جمال کا مالک ہے' جو ہر قسم کی مجد اور حمد و ثنا کا مستحق ہے، وہ اس ہستی کے تقرب کے حصول کی دعوت دیتا ہے جس کی یہ شان ہے' اس کے لیے اخلاص عمل کا حکم دیتا ہے' اس کے سوا دیگر ہستیوں کی عبادت سے روکتا ہے...... اور اس شخص کے درمیان موازنہ کریں جو خود ساختہ معبودوں' بتوں اور قبروں کے تقرب کے حصول کی کوشش کرتا ہے' جو کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق دے سکتے ہیں' وہ خود اپنی ذات کے لیے کسی نفع و نقصان' موت و حیات اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا کوئی اختیار رکھتے ہیں نہ اپنے عبادت گزاروں کے لیے' بلکہ یہ تو جمادات اور پتھر ہیں جو عقل رکھتے ہیں نہ اپنے عبادت گزاروں کی پکار کو سنتے ہیں' اگر سن بھی لیں تو ان کو جواب نہیں دے سکتے۔ قیامت کے روز یہ ان کے شرک کا انکار اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے' ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں ان کا کوئی حصہ ہے نہ شراکت اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ان کی سفارش کر سکتے ہیں۔ یہ شخص اس ہستی کو پکارتا ہے' جس کا مذکورہ بالا وصف ہے'

امکان بھر اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے' اس شخص کے ساتھ عداوت رکھتا اور اس کے ساتھ جنگ کرتا ہے جو دین میں اخلاص کا حامل ہے اور وہ اللہ کے رسولوں کی تکذیب کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی دعوت دیتے ہیں.....تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ فریقین میں سے کون ہدایت یافتہ اور کون گمراہ ہے' کون نیک بخت اور کون بد بخت ہے۔ اس بات کی حاجت نہیں کہ اس کو بیان کرنے کے لیے آپ کی کوئی مدد کرے کیونکہ زبانِ حال زبانِ مقال سے زیادہ واضح اور زیادہ فصیح ہے۔

﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیجیے:'' انھیں ﴿ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ یعنی ہم میں سے اور تم میں سے ہر شخص کا اپنا اپنا عمل ہے۔ ہمارے جرائم اور گناہوں کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور نہ تمھارے اعمال کے بارے میں ہم سے سوال کیا جائے گا۔ ہمارا اور تمھارا مقصد صرف طلبِ حق اور انصاف کے راستے پر چلنا ہونا چاہیے اور چھوڑو اس بات کو کہ ہم کیا کرتے ہیں' نیز یہ بات تمھارے لیے اتباعِ حق سے مانع نہیں ہونی چاہیے کیونکہ دنیا کے احکام ظواہر پر جاری ہوتے ہیں' ان میں حق کی پیروی کی جاتی ہے اور باطل سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ رہے اعمال' تو ان کے فیصلے کے لیے آخرت کا گھر ہے' ان کے بارے میں احکم الحاکمین اور سب سے زیادہ عادل ہستی فیصلہ کرے گی۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا ﴾ ''کہہ دیجیے کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان (حق و انصاف کے ساتھ) فیصلہ کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا جس سے سچے اور جھوٹے' ثواب کے مستحق اور عذاب کے مستحق لوگوں کے درمیان امتیاز واضح ہو جائے گا اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

﴿ قُلْ ﴾ اے رسول! آپ اور وہ' جو آپ کا قائم مقام ہو' ان سے کہہ دیں: ﴿ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ ﴾ ''مجھے وہ لوگ تو دکھاؤ جن کو تم نے اس کا شریک بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے۔'' یعنی مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہیں؟ ان کی معرفت کا کیا طریقہ ہے؟ وہ زمین میں ہیں یا آسمان میں؟ کیونکہ غیب اور شہادت کو جاننے والی ہستی نے ہمیں آگاہ فرمایا ہے کہ اس کائنات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (یونس: ١٨/١٠) ''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کر رہے ہیں جو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں' آپ کہہ دیجیے تم اللہ کو جتاتے ہو جو اس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ ایسی باتوں سے پاک اور بالاتر ہے جو یہ شرک کرتے ہیں۔'' ﴿ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴾ (یونس: ٦٦/١٠) ''اور جو یہ لوگ اللہ کے سوا خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں' یہ محض

وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض اندازے لگاتے ہیں۔‘‘

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خاص مخلوق، یعنی انبیاء و مرسلین کے علم میں بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے، تو اے مشرکو! مجھے دکھاؤ جن کو تم نے اپنے زعم باطل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ﴿شُرَكَآءَ﴾ ’’شریک‘‘ ٹھہرادیا ہے۔ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب ان سے ممکن نہیں، اس لیے فرمایا: ﴿كَلَّا﴾ ’’ہرگز نہیں‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک، کوئی ہمسر اور کوئی مدمقابل نہیں۔ ﴿بَلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ ’’بلکہ وہ اللہ ہے‘‘ جس کے سوا کوئی الوہیت اور عبادت کا مستحق نہیں۔ ﴿الْعَزِيْزُ﴾ جو ہر چیز پر غالب ہے، اس کے سوا ہر چیز مقہور اور اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ’’حکمت والا ہے‘‘ اس نے جو چیز بھی تخلیق کی نہایت مہارت سے تخلیق کی۔ اس نے جو شریعت بنائی، بہترین شریعت بنائی۔

اگر اس کی شریعت میں صرف یہی حکمت پنہاں ہوتی کہ اس نے اپنی توحید اور اخلاص فی الدین کا حکم دیا، اسی کو پسند فرمایا اور اسی کو نجات کی راہ قرار دیا ہے، اس نے شرک اور اللہ تعالیٰ کے ہمسر بنانے سے روکا اور اس کو ہلاکت اور بدبختی کا راستہ قرار دیا ہے..... تو اس کے کمال حکمت کے اثبات کے لیے یہی دلیل کافی ہے..... تب اس شریعت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس کے تمام اوامر و نواہی حکمت پر مشتمل ہیں؟

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے، خوشخبری دینے اور ڈرانے والا (بنا کر) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ

اور وہ کہتے ہیں، کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم سچے؟○ کہہ دیجیے: تمہارے لئے وعدہ ہے ایک ایسے دن کا کہ

لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

نہ تم پیچھے رہ سکو گے اس سے ایک گھڑی اور نہ تم آگے بڑھ سکو گے○

النصف

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو صرف اس لیے مبعوث فرمایا کہ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ثواب کی خوش خبری دے اور انھیں ان اعمال سے آگاہ کرے جو اس ثواب کے موجب ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور انھیں ان اعمال سے آگاہ کرے جو اس عذاب کے موجب ہیں اور آپ کا اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔ اہل تکذیب اور اہل عناد آپ سے جن معجزوں کا مطالبہ کرتے ہیں وہ آپ کے فرائض میں شامل نہیں ہیں بلکہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ’’لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘ یعنی ان کے پاس صحیح علم نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ یا تو جاہل ہیں یا عناد رکھتے ہیں اور اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے، تب ان کا حال یہ ہے کہ گویا ان کے

پاس علم ہی نہیں۔ جن کے پاس علم نہ ہو‘ ان کا رسول سے معجزے کا مطالبہ پورا نہ ہونا‘ رسول کی دعوت کو ٹھکرانے کا موجب ہوتا ہے۔ انھوں نے جن چیزوں کا مطالبہ کیا تھا ان میں سے ایک عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ تھا جس سے انھیں ڈرایا گیا تھا۔ فرمایا: ﴿ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ ”اور کہتے ہیں‘ اگر تم سچے ہوتو یہ وعدہ کب وقوع پذیر ہوگا؟“ یہ مطالبہ ان کی طرف سے محض ظلم تھا کیونکہ رسول کی صداقت اور اس وعدے کے پورا ہونے کے وقت سے آگاہ کرنے میں کون سا تلازم ہے؟ کیا یہ حق کو ٹھکرانے اور حماقت وسفاہت کے سوا کچھ اور ہے؟ کیا دنیا کے کسی معاملے میں ڈرانے والا کوئی شخص اگر ایسے لوگوں کے پاس آئے جو اس کی صداقت اور خیر خواہی کو جانتے ہیں اور ان کا ایک دشمن بھی ہے جو ان پر حملہ کرنے کے لیے تیار اور اس کے لیے موقع کا متلاشی ہے‘ تو یہ شخص ان لوگوں کے پاس آ کر کہتا ہے: ”میں تمھارے دشمن کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ روانہ ہو چکا ہے وہ تمھیں نیست ونابود کرنا چاہتا ہے۔“ اگر ان میں سے بعض لوگ کہیں: ”اگر تو سچا ہے تو ہمیں بتا کہ کس وقت وہ ہمارے پاس پہنچے گا اور اس وقت وہ کہاں ہے؟“ کیا یہ سوال کرنے والا شخص عقل مند شمار کیا جائے گا یا اس پر سفاہت اور پاگل پن کا حکم لگایا جائے گا؟

خبر دینے والا سچا یا جھوٹا ہو سکتا ہے‘ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دشمن کا ارادہ کسی اور طرف کا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ دشمن اپنا ارادہ ترک کر دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی مضبوط قلعے میں ہوں جہاں وہ اس دشمن سے اپنی مدافعت کر سکتے ہوں، تب وہ اس شخص کو کیوں کر جھٹلا سکتے ہیں جو مخلوق میں سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہے‘ جو اپنی خبر میں ہر غلطی سے پاک ہے‘ جو اس آنے والے یقینی عذاب کے بارے میں اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا‘ اس عذاب سے بچنے کے لیے کوئی پناہ گاہ ہے نہ اس سے بچانے والا کوئی مددگار ہے۔ کیا اس شخص کی خبر کو محض اس لیے رد کرنا کہ اس نے عذاب کے وقوع کا وقت نہیں بتایا‘ سب سے بڑی حماقت نہیں!

﴿ قُل ﴾ ”کہہ دیجیے:“ ان کو اس عذاب کے وقوع کی خبر دیتے ہوئے جس میں کوئی شک نہیں ﴿ لَّكُم مِّيعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴾ ”تم سے ایک دن کا وعدہ ہے جس سے ایک گھڑی پیچھے رہو گے نہ آگے بڑھو گے۔“ تو اس دن سے ڈرو اور اس کے لیے تیاری کرو۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ

اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا: ہرگز نہیں ایمان لائیں گے ہم اس قرآن پر اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے تھیں اور آپ اگر دیکھیں

إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ

جب ظالم لوگ کھڑے کیے جائیں گے سامنے اپنے رب کے‘ جبکہ رد کر رہا ہو گا بعض ان کا بعض کی بات کا (تو آپ کو تعجب ہو گا) کہیں گے

الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ

وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان لوگوں سے جو تکبر کرتے (بڑے بنتے) تھے اگر نہ ہوتے تم تو یقیناً ہوتے ہم مومن ○ کہیں گے وہ لوگ جو

اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ

تکبر کرتے (بڑے بنتے) تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے کیا ہم نے روک دیا تھا تمہیں ہدایت (اختیار کرنے) سے بعد اس کے جب

جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ

وہ آ گئی تھی تمہارے پاس؟ بلکہ تھے تم (خود ہی) مجرم ○ اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان سے جو بڑے بنتے تھے (نہیں) بلکہ

مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ط

(تمہاری) رات اور دن کی چالوں ہی نے (ہمیں روکا تھا) جب حکم دیتے تھے تم ہمیں یہ کہ کفر کریں ہم ساتھ اللہ کے اور ٹھہرائیں اس کیلئے شریک'

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ط وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ

اور چھپائیں گے وہ ندامت کو جب دیکھیں گے عذاب' اور ہم کر (ڈال) دیں گے طوق گردنوں میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا' نہیں بدلہ دیے جائیں گے وہ' مگر (اسی کا) جو تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کے لیے عذاب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اپنے وقت پر اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ یہاں فرمایا کہ اگر آپ اس روز ان کا حال دیکھیں' جب یہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے' سردار اور کفر وضلالت میں ان کی پیروی کرنے والے اکٹھے کھڑے ہوں گے' تو آپ کو بہت بڑا اور انتہائی ہولناک معاملہ نظر آئے گا اور آپ دیکھیں گے کہ وہ کیسے ایک دوسرے کی بات کو رد کرتے ہیں۔ ﴿یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا﴾ ''وہ لوگ جو کمزور کیے گئے تھے وہ کہیں گے'' یعنی متبعین ﴿لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا﴾ ''ان سے جنہوں نے تکبر کیا۔'' اس سے مراد قائدین کفر ہیں ﴿لَوْلَآ اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔'' مگر تم ہمارے اور ایمان کے درمیان حائل ہو گئے' تم نے کفر کو ہمارے سامنے مزین کیا اور تمھاری پیروی میں ہم نے کفر کو اختیار کیا۔ ایسا کہنے میں ان کا مقصود یہ ہو گا کہ ان کی بجائے عذاب ان سرداروں کو دیا جائے۔ ﴿قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا﴾ ''جنہوں نے تکبر کیا وہ کمزور بنائے ہوئے لوگوں سے کہیں گے:'' یہ سردار استفہامی انداز میں ان کو خبر دیں گے کہ سب اس عذاب کو بھگتیں گے۔ ﴿اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْهُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ﴾ ''کیا ہم نے تمھیں ہدایت آ جانے کے بعد اس سے روکا تھا؟'' یعنی کیا ہم نے تمھیں اپنی قوت اور غلبے کی وجہ سے ایمان لانے سے روکا تھا؟ ﴿بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ﴾ ''بلکہ تم مجرم تھے۔'' یعنی تم مقہور و مغلوب نہ تھے' تم سے جبراً کفر کا ارتکاب نہیں کرایا گیا تھا بلکہ تم نے اپنے اختیار سے

جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اگر چہ ہم نے تمھارے سامنے کفر کو مزین کیا تھا' تاہم تم پر ہمیں کوئی تسلط اور اختیار تو حاصل نہ تھا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا بَلۡ مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّكۡفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ﴾ ''اور کمزور لوگ تکبر کرنے والے لوگوں سے کہیں گے: بلکہ تم رات دن مکر وفریب کرتے رہتے تھے جس وقت تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔'' یعنی تم نے جو دن رات سازشیں کیں اور تم نے ہمارے ساتھ مکر وفریب کیا اور اس مکر وفریب سے ہم پر گمراہی کو مسلط کیا' تم ہمارے سامنے کفر کو مزین کیا کرتے تھے پھر اس کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ تم اس کے بارے میں دعویٰ کیا کرتے تھے کہ یہ حق ہے اور حق میں جرح وقدح کر کے اس کی قدر گھٹایا کرتے تھے اور بزعم خود حق کو باطل قرار دیا کرتے تھے۔ تم ہمارے خلاف سازشوں کے جال بنتے رہے یہاں تک کہ تم نے ہمیں گمراہ کر کے فتنے میں مبتلا کر دیا۔

آپس میں ان کی یہ گفتگو اس کے سوا انھیں کوئی فائدہ نہ دے گی کہ وہ ایک دوسرے سے بے زاری اور سخت ندامت کا اظہار کریں گے' اس لیے فرمایا: ﴿ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ﴾ ''اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں پشیمان ہوں گے۔'' یعنی اس حجت کا تارو پود بکھر جائے گا جس کے ذریعے سے وہ ایک دوسرے پر حجت قائم کرتے تھے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے اور وہ جان لیں گے کہ وہ ظالم ہیں اور عذاب کے مستحق ہیں۔ ان میں سے ہر مجرم بے حد پشیمان ہو گا اور وہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ حق پر ہوتا اور اس نے باطل کو چھوڑ دیا ہوتا جس نے اسے اس عذاب میں مبتلا کیا ہے۔ اپنے جرائم کا اقرار کر لینے کی فضیحت کا خوف ان پر چھا جائے گا۔

قیامت کے بعض موقعوں پر اور جہنم میں داخل ہوتے وقت' وہ بآواز بلند اپنی ندامت کا اظہار کریں گے:

وَيَوۡمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيۡهِ يَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِى اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِيۡلًا ○ يٰوَيۡلَتٰى لَيۡتَنِىۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيۡلًا ﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۷-۲۸) ''اور ظالم اس روز اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا کاش! میں نے رسول کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری ہلاکت! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔'' ﴿ وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ○ فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِهِمۡ‌ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ﴾ (الملك: ۶۷/۱۰-۱۱) ''وہ کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو ہم اصحاب جہنم میں شامل نہ ہوتے' وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے۔ پس جہنمی اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔''

﴿ وَجَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِىۡۤ اَعۡنَاقِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ﴾ ''اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔'' یعنی ان کو بیڑیاں پہنائی جائیں گی جیسے اس قیدی کو پہنا دی جاتی ہیں جس کی قید میں اہانت مقصود ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ وَالسَّلٰسِلُ يُسۡحَبُوۡنَ ○ فِى الۡحَمِيۡمِ ثُمَّ فِى النَّارِ يُسۡجَرُوۡنَ ﴾

(المؤمن: ۴۰/ ۷۱-۷۲) ''جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں پہنا دی جائیں گی' پھر انھیں کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا' پھر ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔'' ﴿هَلْ يُجْزَوْنَ﴾ یہ عذاب اور یہ سزا جو انھیں دی گئی ہے اور یہ بوجھل طوق جو انھیں پہنائے گئے ہیں ﴿اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ صرف ان اعمال کی پاداش میں ہے جن کا وہ کفر' فسق اور نافرمانی کر کے ارتکاب کیا کرتے تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۳۴

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا' مگر کہا اس کے خوش حال لوگوں نے بلاشبہ ہم اس چیز کا کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اس کے' انکار کرنے والے ہیں ○

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۳۵ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ

اور انہوں نے کہا' ہم زیادہ ہیں (تم سے) مال اور اولاد میں اور نہیں ہم عذاب دیے جائیں گے ○ کہہ دیجیے: بلاشبہ میرا رب ہی کشادہ کرتا ہے

ع الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۳۶ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ

رزق جس کے لیے چاہتا ہے اور کم کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ اور نہیں ہیں تمہارے مال اور نہ

اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ

تمہاری اولاد' (ایسی چیز) کہ جو قریب کر دے تمھیں ہمارے پاس درجے میں' مگر جو ایمان لایا اور عمل کیے اس نے نیک' پس یہی لوگ ہیں ان کے لیے بدلہ ہے

الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۳۷ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

دگنا بہ سبب ان (عملوں) کے جو انہوں نے کیے اور وہ بالا خانوں میں پر امن ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی'

اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۳۸ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے ○ کہہ دیجیے: بے شک میرا رب ہی کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے

وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۳۹

اور تنگ کرتا ہے اس کے لیے اور جو خرچ کرتے ہو تم کوئی چیز' تو وہ بدلہ دیتا ہے اس کا' اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ گزشتہ قوموں کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ ان کا حال بھی انھی لوگوں جیسا تھا جنہوں نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کی' نیز آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کبھی کسی بستی میں کوئی رسول مبعوث فرمایا تو اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے اس کا انکار کیا' انھوں نے نعمتوں پر تکبر اور فخر کیا ﴿وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا﴾ ''اور انھوں نے کہا کہ ہم زیادہ مال اور اولاد والے ہیں'' یعنی ان لوگوں سے جنہوں نے حق کی اتباع کی۔ ﴿وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''اور ہم عذاب دیے جانے والوں میں سے نہیں ہیں۔'' یعنی اول تو ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ اگر ہمیں دوبارہ زندہ کیا بھی گیا تو وہ ہستی جس نے ہمیں اس دنیا میں مال اور اولاد سے نوازا ہے' وہ ہمیں آخرت میں اس سے بھی زیادہ مال اور اولاد سے نوازے گی

اور ہمیں عذاب نہ دے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ رزق کی کشادگی اور تنگی تمھارے دعوے کی دلیل نہیں کیونکہ رزق اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت عطا ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے بندے کے لیے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے اور اگر چاہے تو تنگ کر دیتا ہے۔

مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کرتے اور جو چیز اللہ کے قریب کرتی ہے وہ ہے انبیاء ومرسلین کی دعوت پر ایمان اور عمل صالح جو ایمان کے لوازم میں شمار ہوتا ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کئی گنا اجر ہے جنھیں ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک، بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ عطا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ﴿ وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴾ یعنی وہ بہت ہی بلند مرتبہ منازل میں، ہر قسم کے تکدر اور ناخوشگواری سے محفوظ اطمینان سے رہیں گے، انھیں وہاں مختلف قسم کی لذات اور دل پسند چیزیں عطا ہوں گی اور انھیں وہاں سے نکلنے کا خوف ہوگا نہ کوئی حزن وغم۔ رہے وہ لوگ جو ہمیں اور ہمارے رسولوں کو عاجز اور بے بس بنانے اور ان کو جھٹلانے کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں تو ﴿ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴾ ''وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔'' جہنم کے فرشتے انھیں جہنم میں دھکیل دیں گے اور انھیں جن ہستیوں پر بھروسہ تھا وہ انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر اعادہ فرمایا: ﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ﴾ ''وہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔'' تاکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مترتب ہو: ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ ''اور تم جو چیز خرچ کرو گے۔'' خواہ وہ نفقہ واجبہ ہو یا نفقہ مستحبہ، اسے کسی قریبی رشتہ دار، پڑوسی، مسکین اور یتیم پر خرچ کیا گیا ہو یا کسی اور پر ﴿ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ تمھیں اور رزق عطا کر دیتا ہے۔'' اس لیے اس وہم میں مبتلا نہ ہوں کہ خرچ کرنے سے رزق میں کمی واقع ہو جائے گی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کی جگہ اور رزق عطا کرے گا، وہ جسے چاہتا ہے رزق میں کشادگی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔ ﴿ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ ''اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'' اس لیے اسی سے رزق طلب کرو اور ان اسباب رزق کو بڑھاؤ جن کا اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝۴۰

اور جس دن وہ اکٹھا کرے گا ان سب (مشرکوں) کو، پھر کہے گا وہ فرشتوں سے: کیا یہی لوگ ہیں (کہ) وہ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟○

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ

وہ کہیں گے، پاک ہے تو، تو ہی ہے ہمارا کارساز ان کے ماسوا، بلکہ وہ تو تھے عبادت کرتے جنوں کی، اکثر ان میں سے

بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ

انہی پر ایمان رکھتے تھے○ پس آج نہیں اختیار رکھتا کوئی تمہارا واسطے کسی کے، کسی نفع کا اور نہ نقصان کا، اور ہم کہیں گے

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا: چکھو تم عذاب آگ کا، وہ جو تھے تم اسے جھٹلاتے○

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ﴾ ''اور وہ جس دن ان سب کو جمع کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ یعنی فرشتوں وغیرہ کی عبادت کرنے والے مشرکین اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کرے گا۔ ﴿ ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا'' مشرکین کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے ﴿ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴾ ''کیا یہ لوگ تمھاری عبادت کیا کرتے تھے۔'' اور وہ جواب میں ان مشرکین کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ ﴾ ''وہ کہیں گے: تو پاک ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اس چیز سے تنزیہ و تقدیس کرتے ہوئے کہ اس کا کوئی شریک یا ہمسر ہو، کہیں گے: ﴿ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ﴾ ''ہمارا سرپرست اور والی تو ہی ہے نہ کہ یہ مشرک۔'' ہم تو خود تیری سرپرستی کے محتاج اور ضرورت مند ہیں ہم دوسروں کو اپنی عبادت کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں؟ یا یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ ہم تیرے سوا دوسروں کو اپنا سرپرست اور شریک بنائیں؟ بلکہ یہ مشرکین ﴿ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ﴾ ''جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔'' شیاطین انھیں حکم دیتے تھے کہ وہ ہماری اور دیگر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کریں اور یہ ان کے حکم کی اطاعت کرتے تھے۔ ان کی اطاعت ہی درحقیقت ان کی عبادت تھی کیونکہ اطاعت، عبادت ہی کا دوسرا نام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسری ہستیوں کو بھی معبود بنا رکھا تھا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ○ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ (یٰسٓ: ۳۶/۶۰-۶۱) ''اے بنی آدم! کیا میں نے تمھیں حکم نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔'' ﴿ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴾ ''ان میں سے اکثر لوگ ان پر ایمان لاتے تھے'' جنوں کو سچا جانتے اور ان کی اطاعت کرتے ہیں کیونکہ ایمان ایسی تصدیق کا نام ہے جو اطاعت کی موجب ہو۔

جب فرشتے ان کے شرک اور عبادت سے بیزاری کا اعلان کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ﴾ ''پس آج تم میں سے کوئی کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔'' تمھارے درمیان تمام تعلقات منقطع ہو گئے ہیں اور تم ایک دوسرے سے کٹ گئے ہو۔ ﴿ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ یعنی جنہوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کر کے ظلم کیا، ہم انھیں جہنم میں داخل کرنے کے بعد ان سے کہیں گے: ﴿ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''دوزخ کے عذاب کا مزہ

چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔'' آج تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم اپنی تکذیب کی پاداش میں اس جہنم میں داخل ہو چکے' نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ان اسباب سے اجتناب نہ کیا جو جہنم میں داخلے کے موجب تھے۔

وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا ہٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ عَمَّا کَانَ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح تو وہ کہتے ہیں: نہیں ہے یہ مگر ایک ایسا آدمی جو چاہتا ہے کہ روک دے تمھیں ان (معبودوں) سے کہ تھے

یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ ۚ وَ قَالُوۡا مَا ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡکٌ مُّفۡتَرًی ؕ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا

(جنکی) عبادت کرتے تمہارے باپ دادا اور وہ کہتے ہیں' نہیں ہے یہ (قرآن) مگر ایک جھوٹ گھڑا ہوا اور کہا انھوں نے جنھوں نے کفر کیا: حق کی بابت' جب

جَآءَہُمۡ ۙ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۴۳﴾ وَ مَاۤ اٰتَیۡنٰہُمۡ مِّنۡ کُتُبٍ یَّدۡرُسُوۡنَہَا وَ

وہ آیا ان کے پاس' نہیں ہے یہ مگر جادو بالکل واضح ○ اور نہیں دیں ہم نے ان (عربوں) کو کچھ کتابیں کہ وہ پڑھتے ہوں انہیں اور

مَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ قَبۡلَکَ مِنۡ نَّذِیۡرٍ ﴿ؕ۴۴﴾ وَ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۙ وَ مَا بَلَغُوۡا

نہیں بھیجا ہم نے انکی طرف آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا ○ اور جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے' جبکہ نہیں پہنچتے یہ

مِعۡشَارَ مَاۤ اٰتَیۡنٰہُمۡ فَکَذَّبُوۡا رُسُلِیۡ ۟ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۴۵﴾ ع ۵ ۱۱

دسویں حصے کو اسکے جو دیا تھا ہم نے ان (پہلوں) کو' پس جھٹلایا انہوں نے میرے رسولوں کو تو کیسا ہوا (ان پر) میرا عذاب؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرما رہا ہے کہ اس وقت مشرکین کی کیا حالت ہوتی تھی جب ان کے سامنے واضح آیات تلاوت کی جاتی تھیں اور ایسے قطعی براہین و دلائل پیش کیے جاتے تھے جو ہر بھلائی پر دلالت کرتے اور ہر برائی سے روکتے تھے۔ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کی عنایت تھی جو ان کے دروازے تک پہنچی اور اس بات کی موجب تھی کہ ایمان و تصدیق اور اطاعت و تسلیم کے ساتھ اس کو قبول کیا جاتا۔ مگر ان کا حال یہ تھا کہ انھوں نے اس مناسب رویے سے متضاد رویے کے ساتھ ان کا سامنا کیا۔ وہ ان انبیاء کی تکذیب کیا کرتے تھے جو ان کے پاس آئے تھے اور کہا کرتے تھے: ﴿مَا ہٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ عَمَّا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ﴾ ''یہ ایک ایسا شخص ہے جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کی تمھارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے ان سے تم کو روک دے۔'' یعنی جب وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا حکم دیا کرتا تھا تو اس وقت اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ تم اپنے باپ دادا کی عادات کو ترک کر دو' جن کی تم تعظیم اور ان کی پیروی کرتے ہو۔ پس انھوں نے گمراہوں کے کہنے پر حق کو ٹھکرا دیا اور اس کو ٹھکراتے وقت انھوں نے کوئی دلیل اور برہان پیش کی نہ کوئی شبہ وارد کیا اور یہ کون سا شبہ ہے کہ جب رسول بعض گمراہ لوگوں کو اتباع حق کی دعوت دیں تو یہ لوگ دعویٰ کریں کہ گزشتہ زمانے میں ان کے بھائی بند بھی' جن کے یہ پیروکار ہیں' اسی طریقہ پر کاربند تھے؟

اگر آپ ان کی اس سفاہت، حماقت اور گمراہ لوگوں کے کہنے کی وجہ سے ان کے حق کو ٹھکرانے پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی حماقت کے ڈانڈے مشرکوں، دہریوں، فلسفیوں، صابیوں، ملحدوں اور اللہ تعالیٰ کے دین سے نکل بھاگنے والوں کے گمراہ نظریات سے جا ملتے ہیں۔ قیامت تک ہر شخص کے لیے یہی اسوہ رہے گا جو حق کو ٹھکراتا ہے۔ انھوں نے اپنے آباء واجداد کے افعال کو دلیل بنا کر انبیاء ومرسلین کی دعوت کو ٹھکرایا اور اس کے بعد حق کو مطعون کیا ﴿ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ﴾ ''اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن صرف اور صرف گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔'' یعنی یہ اس شخص کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے جو اسے لے کر آیا ہے ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''اور ان کافروں کے پاس جب حق آ گیا تو انھوں نے کہا کہ یہ تو صریح جادو ہے۔'' یعنی یہ کھلا جادو ہے جو ہر ایک پر ظاہر ہے۔ وہ یہ بات حق کی تکذیب اور بے عقل لوگوں کو فریب میں مبتلا کرنے کے لیے کہتے تھے۔ جب وہ تمام اعتراضات واضح ہو گئے جن کی بنیاد پر وہ حق کو ٹھکراتے تھے کہ ان کا دلیل ہونا تو کجا ان کی بنیاد پر تو شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا، تو ذکر فرمایا کہ کوئی شخص ان کی تائید میں دلیل لانے کی کوشش کرے تو ان کے پاس کوئی دلیل نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

﴿ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا ﴾ ''اور ہم نے نہ تو انھیں کتابیں دیں جن کو یہ پڑھتے ہیں۔'' کہ وہ کتاب ان کے لیے کوئی دلیل ہوتی ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴾ ''اور نہ آپ سے پہلے ہم نے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا ہے'' کہ ان کے پاس اس کے اقوال واحوال ہوں جن کی بنیاد پر یہ آپ کی دعوت کو ٹھکرا رہے ہوں۔ ان کے پاس علم ہے نہ علم کا کوئی نشان۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں، ان سے پہلے انبیاء کی تکذیب کرنے والی قوموں کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا ﴾ ''اور جو لوگ ان سے پہلے گزرے تھے انھوں نے (حق کو) جھٹلایا تھا اور یہ لوگ نہیں پہنچے'' یعنی یہ مخاطبین نہیں پہنچتے ﴿ مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا ﴾ ''اس ساز وسامان کے عشر عشیر کو بھی جو ہم نے ان (پہلے لوگوں) کو عطا کیا تھا تو انھوں نے جھٹلایا'' یعنی ان سے پہلے امتوں نے ﴿ رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴾ ''میرے رسولوں کو تو پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟'' یعنی میری ان پر گرفت اور میرا ان پر عذاب کیسا تھا؟

ہم اس سے قبل بتا چکے ہیں کہ گزشتہ قوموں کو کیا کیا سزائیں دی گئیں۔ ان میں سے کچھ قوموں کو اللہ نے سمندر میں غرق کر دیا، کچھ لوگوں کو سخت طوفانی ہوا کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالا، کچھ قوموں کو ایک سخت چنگھاڑ کے ذریعے سے اور کچھ کو زلزلے کے ذریعے سے ہلاک کیا اور کچھ قوموں کو زمین میں دھنسا دیا اور بعض قوموں پر ہوا کے ذریعے سے آسمان سے پتھر برسائے۔ انبیاء ورسل کی تکذیب کرنے والے لوگو! تکذیب پر جمے رہنے سے بچو، ورنہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ جاؤ گے جیسے تم سے پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے تھے اور تم پر بھی ویسے ہی عذاب نازل ہو جائے گا جیسے تم سے پہلی قوموں پر عذاب نازل ہوا تھا۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا

کہہ دیجیے! بیشک میں نصیحت کرتا ہوں تمہیں ایک بات کی' یہ کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ کیلئے دو دو اور ایک ایک' پھر غور و فکر کرو تم' نہیں

بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا

ہے تمہارے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی دیوانگی' نہیں ہے وہ مگر صرف ایک ڈرانے والا تمہیں' پہلے ایک سخت عذاب کے (آنے سے)○ کہہ دیجیے: جو

سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾

مانگا ہو میں نے تم سے کوئی صلہ تو وہ تمہارے ہی لئے ہے' نہیں ہے میرا صلہ مگر ذمے اللہ ہی کے' اور وہ ہے اوپر ہر چیز کے شاہد○

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ

کہہ دیجیے: بلاشبہ میرا رب ہی القا کرتا ہے (پیغمبر پر) حق بات (وہ) خوب جانتا ہے پوشیدہ باتوں کو○ کہہ دیجیے: آ گیا حق اور نہیں ابتدا کرتا باطل

وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ

اور نہ اعادہ کرتا ہے○ کہہ دیجیے: اگر میں بہکا ہوا ہوں تو بلاشبہ میرے بہکنے کا (وبال) مجھی پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں

فَبِمَا يُوْحِيْۤ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾

تو بہ سبب اس کے ہے جو وحی کرتا ہے میری طرف میرا رب' بے شک وہ خوب سننے والا نہایت قریب ہے○

﴿قُلْ﴾ اے رسول! ان مکذبین و معاندین' تکذیب حق میں بھاگ دوڑ کرنے اور حق لانے والے کے بارے میں جرح وقدح کے درپے رہنے والوں سے کہہ دیجیے: ﴿اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ ''میں تمھیں صرف ایک بات کی وصیت کرتا ہوں'' تمھیں اس کا مشورہ دیتا ہوں اور اس بارے میں تمھارے ساتھ خیر خواہی کرتا ہوں۔ یہی انصاف پر مبنی طریقہ ہے' میں تمھیں یہ نہیں کہتا کہ تم میری بات مانو نہ یہ کہتا ہوں کہ تم بغیر کسی موجب کے اپنی بات چھوڑ دو' میں تم لوگوں سے صرف یہ کہتا ہوں: ﴿اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى﴾ ''کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ۔'' یعنی ہمت' نشاط' اتباع صواب کے قصد اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ' تحقیق و جستجو کی خاطر اکٹھے ہو کر اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ اور تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو مخاطب کرے۔ تم اکیلے اکیلے اور دو دو کھڑے ہو کر اپنی عقل و فکر کو استعمال کرو' اپنے رسول کے احوال میں غور و فکر کرو کہ کیا وہ مجنون ہے؟ کیا اس کے کلام اور ہیئت و اوصاف میں مجانین کی صفات پائی جاتی ہیں؟ یا وہ سچا نبی ہے اور آنے والے سخت عذاب کے ضرر سے تمھیں ڈراتا ہے؟ اگر وہ اس نصیحت کو قبول کر کے اس پر عمل کریں' تو دوسروں سے زیادہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ مجنون نہیں ہیں' اس لیے کہ آپ کی ہیئت مجانین کی ہیئت کی مانند نہیں ہے۔

اس کے برعکس آپ کی ہیئت بہترین' آپ کی حرکات و سکنات جلیل ترین' ادب' سکینت' تواضع اور وقار کے اعتبار سے آپ کی تخلیق کامل ترین تھی۔ یہ صفات جلیلہ کسی نہایت عقل مند اور باوقار شخص ہی میں ہو سکتی ہیں۔ پھر وہ

آپ کے فصیح و بلیغ کلام‘ آپ کے خوبصورت الفاظ اور آپ کے ان کلمات پر غور کریں جو دلوں کو امن وایمان سے لبریز کر دیتے ہیں‘ نفوس کا تزکیہ اور قلوب کی تطہیر کرتے ہیں‘ جو انسان کو مکارم اخلاق اور اچھی عادات کو اختیار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور اس کے برعکس برے اخلاق اور رذیل عادات سے روکتے ہیں۔ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے ہیں تو ہیبت، جلال اور تعظیم کی بنا پر آنکھیں دیکھتی رہ جاتی ہیں۔ کیا یہ تمام چیزیں مجانین کی بکواس اور ان کی اخلاق سے گری ہوئی حرکتوں اور ان کے اس کلام سے مشابہت رکھتی ہیں‘ جو ان کے احوال سے مطابقت رکھتا ہے؟

ہر وہ شخص جو آپ کے احوال میں غور وفکر کرتا ہے اور یہ معلوم کرنے کا قصد رکھتا ہے کہ آیا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یا نہیں‘ خواہ وہ اکیلا غور وفکر کرے یا کسی اور کے ساتھ مل کر‘ وہ یقین جازم کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق اور نبی صادق ہیں‘ خاص طور پر یہ مخاطبین‘ کیونکہ آپ ان کے ساتھ رہتے ہیں اور یہ لوگ آپ کو شروع سے لے کر آخر تک اچھی طرح جانتے ہیں۔ البتہ ایک اور مانع ہوسکتا ہے جو نفوس کو داعیٔ حق کی آواز پر لبیک کہنے سے روکتا ہے اور وہ مانع یہ ہے کہ داعی‘ اپنی آواز پر لبیک کہنے والوں سے‘ اپنی دعوت کی اجرت کے طور پر مال اینٹھ لیتا ہو‘ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قسم کے ہتھکنڈوں سے اپنے رسول کی براءت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ﴾ ’’کہہ دیجیے میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔‘‘ یعنی تمھارے حق کی اتباع کرنے پر ﴿فَهُوَ لَكُمۡ﴾ یعنی میں تمھیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ بفرض محال‘ اگر دعوت حق کی کوئی اجرت ہے‘ تو وہ اجرت تمھارے لیے ہے۔ ﴿اِنۡ اَجۡرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ شَهِيۡدٌ﴾ ’’میرا اجر اللہ ہی کے ذمے ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔‘‘ یعنی اس کا علم اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس کی طرف میں تمھیں دعوت دیتا ہوں۔ اگر میں جھوٹا ہوتا تو وہ عذاب کے ذریعے سے میری گرفت کرتا‘ نیز وہ تمھارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے‘ وہ ان کو محفوظ رکھے گا اور تمھیں ان اعمال کی جزا دے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دلائل و براہین کا ذکر کرنے کے بعد‘ جو حق کی صحت اور باطل کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں‘ آگاہ فرمایا کہ یہ اس کی سنت اور عادت ہے۔ ﴿يَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ﴾ ’’اللہ تعالیٰ حق کے ذریعے سے چوٹ لگاتے ہیں‘‘ باطل پر جو اس کا سر توڑ دیتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر حق کو واضح اور اہل تکذیب کے اعتراضات کو رد کر دیا ہے‘ جو عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت اور غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانی ہے تو آپ نے دیکھا کہ اہل تکذیب کے اقوال کیسے مضمحل ہو گئے‘ ان کا جھوٹ اور عناد کیسے عیاں ہو گیا‘ حق روشن ہو کر ظاہر ہو گیا اور باطل کا قلع قمع ہو گیا اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس کو ﴿عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ﴾ ’’سب سے زیادہ چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والے‘‘ نے بیان کیا ہے جو دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں اور شبہات کو جانتا ہے‘ جو ان دلائل کو بھی جانتا ہے جو ان شبہات کے مقابلے میں جنم لیتے ہیں

اوران کورد کرتے ہیں۔

لہٰذا وہ اپنے بندوں کو ان دلائل کا علم عطا کر کے ان کو ان کے سامنے خوب واضح کر دیتا ہے' اس لیے فرمایا: ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ﴾ ''کہہ دیجیے: حق آ گیا ہے'' یعنی وہ ظاہر' واضح اور سورج کی مانند روشن ہو گیا اور اس کی دلیل غالب آ گئی ہے۔ ﴿وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ ''اور باطل نہ تو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے نہ دوبارہ پیدا کرے گا۔'' یعنی اس کے ہتھکنڈے مضمحل ہو کر باطل اور اس کے دلائل سرنگوں ہو گئے۔ باطل (یعنی کوئی خود ساختہ معبود) کسی کو پیدا کر سکتا ہے نہ مرنے کے بعد زندگی کا اعادہ کر سکتا ہے۔

جب حق واضح ہو گیا' جس کی طرف رسول مصطفیٰ ﷺ نے دعوت دی تھی اور آپ کو جھٹلانے والے آپ پر گمراہی کا بہتان لگاتے تھے' تو آپ نے ان کو حق سے آگاہ کر کے حق کو ان کے سامنے واضح کر دیا اور ان پر ثابت کر دیا کہ وہ حق کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ آپ نے ان کو یہ بھی بتا دیا کہ ان کا آپ کو گمراہ کہنا حق کو کوئی نقصان دے سکتا ہے نہ دعوت حق کسی کے روکے رکتی ہے۔ اگر آپ ﷺ (مَعَاذَ اللّٰہِ) گمراہ ہیں' حالانکہ آپ اس سے پاک اور منزہ ہیں' تاہم اگر بحث میں بر سبیل تنزل تمھاری بات کو صحیح مان لیں۔ تو آپ کی گمراہی آپ کے لیے ہے یعنی آپ کی گمراہی کا تعلق صرف آپ کے ساتھ ہے' دوسروں پر اس کا کوئی اثر نہیں۔

﴿وَاِنِ اهْتَدَيْتُ﴾ ''اور اگر میں راہ راست پر ہوں'' تو یہ میرے نفس اور میری قوت واختیار کا کارنامہ نہیں۔ میری ہدایت کا سبب تو صرف یہ ہے کہ ﴿يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ﴾ ''میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے'' اور وہی میری ہدایت کا منبع ہے اور میرے سوا دیگر لوگوں کی ہدایت کا سرچشمہ بھی وہی ہے۔ بے شک میرا رب ﴿سَمِيْعٌ﴾ ''سنتا ہے'' تمام باتوں اور تمام آوازوں کو اور ﴿قَرِيْبٌ﴾ ''قریب ہے'' ہر اس شخص کے جو اسے پکارتا ہے' اس سے مانگتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ

اور کاش کہ آپ دیکھیں! جب وہ پریشان ہونگے تو نہ بچ سکیں گے اور پکڑ لیے جائیں گے وہ نزدیک جگہ ہی سے ○ اور وہ کہیں گے ہم ایمان لے آئے ہیں اس پر'

وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ ۚ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ

اور کہاں ان کیلیے ہوگا حاصل کرنا (ایمان کا اتنی) دور جگہ سے ○ حالانکہ انکار کیا تھا انہوں نے ساتھ اسکے اس سے پہلے (دنیا میں) اور وہ پھینکتے رہے

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ

بن دیکھے (نشانے پر) دور جگہ ہی سے ○ اور آڑ کر دی جائیگی انکے درمیان اور درمیان ان چیزوں کے جو وہ چاہیں گے' جیسے کیا گیا

بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾ ع

ان جیسے کام کرنے والوں کے ساتھ اس سے پہلے' بلاشبہ وہ تھے ایسے شک میں (جو) اضطراب میں ڈالنے والا تھا ○

ع ۶ ۱۲

اللہ تبارک فرماتا ہے: ﴿ وَلَوۡ تَرٰۤی ﴾ ''اور اگر آپ دیکھیں'' اے رسول! اور وہ جو آپ کے قائم مقام ہے' ان جھٹلانے والوں کا حال ﴿ اِذۡ فَزِعُوۡا ﴾ ''جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے'' عذاب اور ان چیزوں کو دیکھ کر جن کے بارے میں انبیاء و رسل نے خبر دی تھی اور انھوں نے ان چیزوں کو جھٹلایا تھا تو آپ ایک انتہائی ہولناک منظر' نہایت بری حالت اور بہت بڑی سختی ملاحظہ فرمائیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب ان کے لیے عذاب کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ ہوگی نہ وہ بچ ہی سکیں گے ﴿ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ ﴾ ''اور وہ قریب ہی سے پکڑ لیے جائیں گے۔'' یعنی وہ عذاب کی جگہ سے زیادہ دور نہ ہوں گے کہ ان کو پکڑ لیا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ﴿ وَّقَالُوۡۤا ﴾ ''اور وہ پکار اٹھیں گے'' اسی حالت میں' کہ ﴿ اٰمَنَّا ﴾ ''ہم ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ پر اور ان امور کی تصدیق کی جن کو ہم جھٹلایا کرتے تھے۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' لیکن ﴿ اَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ ﴾ ''اب انھیں (حصول ایمان) کہاں سے میسر ہوگا'' ﴿ مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ ﴾ ''اتنے دور کے مقام سے'' اب ان کے درمیان اور ان کے ایمان کے درمیان بڑے فاصلے حائل ہو گئے ہیں اور اس حال میں ایمان محال ہو گیا ہے۔ اگر یہ لوگ بروقت ایمان لائے ہوتے تو ان کا ایمان مقبول تھا' لیکن ﴿ کَفَرُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ وَیَقۡذِفُوۡنَ ﴾ ''اس سے پہلے تو انھوں نے اس سے کفر کیا تھا اور وہ پھینکتے تھے (تیر تکے)'' ﴿ بِالۡغَیۡبِ مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ ﴾ ''دور دراز سے بن دیکھے ہی'' اپنے باطل اندازوں کے ذریعے سے تاکہ اس طرح وہ حق کو سرنگوں کریں۔ مگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے جس طرح بہت دور سے تیر اندازی کرنے والے کا تیر صحیح نشانے پر نہیں پڑ سکتا اسی طرح یہ بہت محال ہے کہ باطل حق کو مغلوب کر سکے یا اس کو روک سکے۔ حق کی غفلت کے وقت باطل ایک مرتبہ حملہ آور ہوتا ہے مگر جب حق سامنے آ کر باطل کا مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس کا قلع قمع کر دیتا ہے۔

﴿ وَحِیۡلَ بَیۡنَهُمۡ وَبَیۡنَ مَا یَشۡتَهُوۡنَ ﴾ یعنی ان کے درمیان اور ان کی لذات و شہوات' مال و اولاد' ان کی فوجوں اور خدم و حشم کے درمیان رکاوٹیں حائل کر دی جائیں گی۔ وہ اکیلے اکیلے اپنے اعمال کے ساتھ اسی طرح حاضر ہوں گے جس طرح انھیں اکیلے پیدا کیا گیا تھا اور جن چیزوں کے وہ مالک تھے انھیں اپنے پیچھے چھوڑ آئیں گے۔ ﴿ کَمَا فُعِلَ بِاَشۡیَاعِهِمۡ ﴾ ''جیسے ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا تھا'' گزشتہ قوموں میں سے۔ جب ان پر ہلاکت خیز عذاب نازل ہوا تو ان کے اور ان کی دل پسند چیزوں کے درمیان رکاوٹیں حائل کر دی گئیں۔ ﴿ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا فِیۡ شَکٍّ مُّرِیۡبٍ ﴾ ''بے شک وہ بھی الجھن میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔'' جو انھیں بدگمانی اور دلی قلق میں مبتلا کرتا تھا، اس لیے وہ ایمان نہ لائے اور جب ان سے توبہ کے لیے کہا گیا تو انھوں نے توبہ نہ کی۔

تفسیر سورۂ فاطر

سُوْرَةُ فَاطِر (۳۵) مَکِّیَّةٌ (۴۳) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیَاتُهَا ۴۵ رُکُوْعَاتُهَا ۵

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں' پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا' بنانے والا فرشتوں کو قاصد پروں والے' دو دو

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ

تین تین اور چار چار' وہ (اللہ) زیادہ کرتا ہے پیدائش میں جو چاہتا ہے' بلاشبہ اللہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے○ جو کھول دے

اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ

اللہ واسطے لوگوں کے (اپنی) رحمت سے تو نہیں کوئی بند کرنے والا اسے' اور جو وہ بند کر دے تو نہیں ہے کوئی بھیجنے والا اسے'

مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

اس کے بعد' اور وہ غالب' خوب حکمت والا ہے○

اللہ تبارک وتعالیٰ خود اپنی ذات مقدس کی مدح وثنا کرتا ہے کہ اس نے زمین وآسمان اور ان کے اندر موجود تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ یہ اس کے کمال قدرت' وسعت اقتدار' بے پایاں رحمت' انوکھی حکمت اور احاطۂ علم کی دلیل ہے۔ تخلیق کائنات کا ذکر کرنے کے بعد اس چیز کا تذکرہ کیا کہ بے شک وہی ﴿جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا﴾ ''فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے'' اس نے اپنے حکم قدری کی تدبیر اور اپنے حکم دینی کی تبلیغ کے لیے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان واسطے کے لیے' فرشتوں کو پیغام رساں بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیغام رساں بنانے کا ذکر فرمایا اور ان میں سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا' یہ ان کی اپنے رب کے لیے کامل اطاعت اور اس کے حکم کے سامنے ان کے سر تسلیم خم کرنے کی دلیل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (التحریم: ٦/٦٦) ''وہ اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔''

چونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے' کائنات کی تدبیر کرتے ہیں اور تدبیر کائنات کا معاملہ اللہ نے ان کے سپرد کر رکھا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت اور ان کی سرعت رفتار کا ذکر کیا' نیز آگاہ فرمایا کہ اس نے ان فرشتوں کو ﴿اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ﴾ ''پروں والے'' بنایا ہے' جن کے ذریعے سے یہ فرشتے پرواز کرتے ہیں تاکہ نہایت سرعت سے اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کر سکیں۔ ﴿مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ان فرشتوں کے دو دو' تین تین اور چار چار پر ہیں ﴿يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ﴾ ''وہ مخلوق میں جو چاہے اضافہ کرتا

ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تخلیق کی بعض صفات مثلاً قوت میں' حسن میں' اعضا میں' حسن آواز اور لذتِ ترنم میں ایک دوسرے پر فضیلت اور اضافہ بخشتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے'' اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی قدرت کو نافذ کرتا ہے' اس کی قدرت کے سامنے کسی چیز کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ مخلوقات میں ایک دوسرے پر تخلیق میں اضافہ بھی اس کی قدرت کے تحت ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ تدبیر کائنات' عطا کرنے اور محروم کرنے میں وہی اکیلا اختیار کا مالک ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا یُمْسِكْ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت لوگوں کے لیے کھول دے تو کوئی اسے بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے۔'' یعنی اگر وہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کر دے ﴿فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ ''تو اس کے بعد کوئی اسے کھولنے والا نہیں'' اس لیے یہ چیز اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے اور ہر لحاظ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھنے کی موجب ہے، نیز یہ اس چیز کی بھی موجب ہے کہ صرف اسی کو پکارا جائے' صرف اسی سے ڈرا جائے اور صرف اسی سے امید رکھی جائے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ اور وہ تمام چیزوں پر غالب ہے ﴿الْحَكِیْمُ﴾ ''حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ ہر چیز کو اس کے مناسب حال منزل و مقام پر نازل کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ

اے لوگو! یاد کرو نعمت اللہ کی اوپر اپنے' کیا کوئی اور خالق ہے سوائے اللہ کے' جو رزق دے تمہیں

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖؗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

آسمان اور زمین سے؟ نہیں ہے کوئی معبود (برحق) مگر وہی' پس کہاں تم پھیرے (بہکائے) جاتے ہو؟ ○ اور اگر وہ جھٹلاتے ہیں آپ کو تو تحقیق

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب معاملات ○

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی نعمت کو یاد کریں جس سے ان کو نوازا گیا ہے۔ یہ یاد کرنا دل میں اللہ کی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کو یاد رکھنے' زبان سے اس کی حمد و ثنا کرنے اور جوارح سے اس کی اطاعت کرنے کو شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرنا' اس کے شکر کی دعوت دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نعمتوں کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ پیدا کرنا اور رزق عطا کرنا ہیں۔ فرمایا: ﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمان و زمین سے رزق دے؟'' چونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پیدا کرتا ہے نہ رزق عطا کرتا ہے اس لیے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ چیز اس کی الوہیت اور عبودیت پر دلیل ہے' بنا بریں فرمایا: ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود

نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔'' یعنی خالق ورازق کی عبادت کو چھوڑ کر' مخلوق کی عبادت کرتے ہو' جو خود رزق کی محتاج ہے۔

﴿ وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ ﴾ ''(اے رسول!) اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں'' تو آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء ومرسلین میں آپ کے لیے نمونہ ہے ﴿ فَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ ﴾ ''یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے۔'' تو جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کو بچالیا۔ ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴾ ''تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔''

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ

اے لوگو! بے شک وعدہ اللہ کا سچا ہے' پس نہ دھوکے میں ڈالے تم کو زندگی دنیا کی اور نہ دھوکے میں ڈالے تمھیں اللہ کی بابت

الۡغَرُوۡرُ ۝۵ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَـكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا

بڑا دھوکے باز (شیطان) ○ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے' پس بناؤ تم اس کو دشمن ہی (اطاعت الٰہی کرکے) بلاشبہ وہ بلاتا ہے اپنے گروہ کو تاکہ ہوں وہ

مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ؕ ۝۶ اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

اہل جہنم سے ○ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا' ان کے لیے ہے عذاب سخت' اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ۝۷ ع ۱ / ۱۴

اور عمل کیے انھوں نے نیک' ان کے لیے ہے مغفرت اور اجر بہت بڑا ○

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ ﴾ ''اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ'' یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے اور اعمال کی جزا وسزا کا وعدہ ﴿ حَقٌّ ﴾ ''حق ہے۔'' اس میں شک وشبہ اور کوئی تردد نہیں' اس پر تمام دلائلِ نقلیہ اور براہین عقلیہ دلالت کرتے ہیں۔ جب اس کا وعدہ سچا ہے تو اس کے لیے تیاری کرو' اپنے اچھے اوقات میں نیک اعمال کی طرف سبقت کرو اور کوئی راہزن تمھاری راہ کو کھوٹی نہ کرنے پائے۔ ﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ﴾ ''لہٰذا دنیاوی زندگی تمھیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے'' اپنی لذات وشہوات اور اپنے نفسانی مطالبات کے ذریعے سے تمھیں ان مقاصد سے غافل نہ کر دے جن کے لیے تمھیں تخلیق کیا گیا ہے۔ ﴿ وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ﴾ ''اور نہ فریب دینے والا تمھیں فریب دے۔'' جو کہ ﴿ الشَّيۡطٰنَ ﴾ ''شیطان ہے۔'' وہ حقیقت میں تمھارا دشمن ہے ﴿ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا ﴾ ''لہٰذا تم بھی اسے دشمن جانو'' یعنی تمھاری طرف سے اس کے لیے دشمنی ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ جنگ میں کسی بھی وقت ڈھیلے نہ پڑو۔ وہ تمھیں دیکھتا ہے' تم اسے نہیں دیکھ سکتے' وہ ہمیشہ تمھاری گھات میں رہتا ہے۔ ﴿ اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ﴾ ''بلاشبہ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں۔'' یہی اس کی غرض وغایت اور مطلوب ومقصود ہے کہ اس کی اتباع کرنے والوں کی سخت

عذاب کے ذریعے سے رسوائی ہو۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا کہ لوگ شیطان کی اطاعت اور عدم اطاعت کے اعتبار سے دو گروہوں میں منقسم ہیں، پھر ہر گروہ کی سزا و جزا کا تذکرہ کیا، فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے رسولوں کی دعوت اور ان چیزوں کا انکار کیا جن پر کتب الٰہیہ دلالت کرتی تھیں ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴾ ان کے لیے جہنم کی آگ میں سخت عذاب ہے۔ یہ عذاب اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے نہایت سخت عذاب ہوگا جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔ ﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور جو اپنے دل سے ان امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کی اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے۔ ﴿ وَعَمِلُوا ﴾ پھر انھوں نے اس ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کیے ﴿ الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ''نیک تو ان کے لیے (ان کے گناہوں کی) مغفرت ہے۔'' اس مغفرت کی بنا پر ان سے ہر قسم کا شر اور برائی دور ہو جائے گی۔ ﴿ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴾ ''اور بڑا اجر ہے'' جس کے ذریعے سے انھیں اپنا مطلوب ومقصود حاصل ہوگا۔

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ

کیا پس (ہدایت یافتہ شخص کی مانند ہے) وہ شخص کہ مزین کر دیا گیا اس کے لیے اس کا برا عمل، سو وہ دیکھتا ہے اسکو اچھا؟ پس بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے

وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ

اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، پس نہ جاتی رہے آپ کی جان، ان پر افسوس کرتے ہوئے،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝۸

بلاشبہ اللہ جانتا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں ○

﴿ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ ﴾ ''کیا پس جس شخص کو مزین کر کے دکھائے جائیں'' اس کے برے اعمال۔ شیطان نے اس کے برے عمل کو آراستہ کر کے اس کی نگاہ میں خوبصورت بنا دیا ہو ﴿ فَرَاٰهُ حَسَنًا ﴾ ''اور وہ ان کو اچھا سمجھنے لگا ہو،'' یعنی کیا یہ اس شخص کی مانند ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے راہ راست اور دین قویم کی طرف راہنمائی فرمائی ہے؟ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

پہلا شخص وہ ہے جو بدعمل ہے، جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جو نیک کام کرتا ہے، جو حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ ﴾ ''بلاشبہ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے، لہٰذا آپ اپنے آپ کو ان کے بارے میں ہلکان نہ کریں'' یعنی ان گمراہ لوگوں کے بارے میں جن کے برے اعمال ان کے لیے آراستہ ہو گئے اور شیطان نے ان کو حق سے روک دیا۔ ﴿ حَسَرٰتٍ ﴾ یعنی گمراہ لوگوں پر حسرت وغم سے آپ اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔ ان کو ہدایت دینا آپ کی

ذمہ داری نہیں ہے آپ کا فرض تو صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں بے شک اللہ اس سے واقف ہے۔''

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا

اور اللہ وہ ہے جس نے بھیجی ہوائیں پس وہ اٹھاتی ہیں بادل کو تو ہانک لے جاتے ہیں ہم اسکو شہر مردہ کی طرف پس زندہ کرتے ہیں ہم

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨

اس کے ذریعے سے زمین کو بعد اس کے مردہ ہو جانے کے اسی طرح ہوگا دوبارہ اٹھایا جانا○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کمال اقتدار اور وسعت سخاوت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے ﴿اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ ''جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل اٹھاتی ہیں پھر ہم اسے مردہ زمین کی طرف لے چلتے ہیں۔'' پس اللہ تعالیٰ اس مردہ زمین پر بارش برساتا ہے ﴿فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''پھر ہم اس زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کر دیتے ہیں۔'' تو مردہ زمین اور بندے زندگی حاصل کرتے ہیں' حیوانات کو رزق ملتا ہے' اس سرسبز زمین پر وہ چرتے پھرتے ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ﴾ ''اسی طرح'' جس نے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندگی بخشی وہ مردوں کے بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد انہیں ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا' پھر ان پر اپنی رحمت کے بادل بھیجے گا' جیسے وہ مردہ زمین پر اپنی رحمت کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ بارش ان کے بوسیدہ اجسام پر برسے گی' تمام اجسام اور ارواح اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ عدل پر مبنی فیصلہ کرے گا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

جو شخص ہے چاہتا عزت تو اللہ ہی کے لئے ہے عزت سب' اسی کی طرف چڑھتی ہیں باتیں پاکیزہ'

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ

اور عمل صالح' وہی اوپر اٹھاتا ہے اسے (بھی) اور وہ لوگ جو چالیں چلتے ہیں بری' ان کے لئے ہے عذاب سخت

وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ⑩

اور چال انہی لوگوں کی' وہی نابود ہوگی○

یعنی اے وہ شخص جو عزت کا طلب گار ہے' عزت اس ہستی سے مانگ جس کے ہاتھ میں عزت ہے' بے شک عزت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے' جو اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، نیز فرمایا: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ''اس کی طرف پاک کلمات بلند ہوتے ہیں'' مثلاً قراءت قرآن' تسبیح اور تہلیل وتحمید وغیرہ۔ ہر

کلام جو اچھا اور پاک ہوتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے' اس کے حضور پیش کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب کلام کی ملأ اعلیٰ میں مدح وثنا کرتا ہے۔ ﴿ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ ﴾ ''اور نیک عمل'' یعنی اعمال قلوب اور اعمال جوارح۔ ﴿ يَرْفَعُهٗ ﴾ ''اس کو بلند کرتا ہے۔'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کلماتِ طیبہ کی مانند عمل صالح کو بھی اپنی طرف بلند کرتا ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے ''کلمات طیبہ کو عمل صالح بلند کرتا ہے'' تب پاک کلمات' بندے کے نیک اعمال کے مطابق بلند ہوتے ہیں' نیک اعمال ہی بندے کے پاک کلمات کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرتے ہیں۔ اگر بندے کے پاس کوئی عمل صالح نہ ہو تو اس کی کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوتی۔ یہ بندے کے اعمال ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاحب اعمال کو بلند درجات اور عزت عطا کرتا ہے۔

باقی رہی برائیاں' تو اس کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ برے اعمال کا ارتکاب کرنے والا اپنے اعمال کے ذریعے سے بلند ہونا چاہتا ہے' وہ سازشیں کرتا اور چالیں چلتا ہے' مگر اس کے تمام مکروفریب اسی پر الٹ جاتے ہیں اسے رسوائی اور پستی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اور نیک عمل اسے بلند کرتے ہیں اور جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے۔'' اور اس عذاب میں اسے بے انتہا رسوا کیا جائے گا۔ ﴿ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴾ یعنی ان کی فریب کاریوں کا تاروپود بوسیدہ ہو کر بکھر جائے گا اور ان کی فریب کاریاں اور سازشیں انھیں کوئی فائدہ نہ دیں گی کیونکہ یہ باطل کے لیے باطل پر مبنی چالیں ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ

اور اللہ ہی نے پیدا کیا تم کو مٹی سے' پھر نطفے (قطرۂ منی) سے' پھر بنایا تم کو جوڑے جوڑے اور نہیں بوجھ اٹھاتی (پیٹ میں) کوئی

اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا

مادہ اور نہ وہ جنتی ہے' مگر ساتھ اس کے علم کے اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی عمر دیا جانے والا اور نہ کم کی جاتی ہے اس کی عمر سے' مگر

فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

(وہ درج) ہے ایک کتاب (لوح محفوظ) میں' بلاشبہ یہ بات اللہ پر نہایت آسان ہے 0

اللہ تبارک وتعالیٰ آدمی کی تخلیق یعنی مٹی سے لے کر نطفے اور بعد کے مراحل میں اس کے منتقل ہونے کا تذکرہ فرماتا ہے۔ ﴿ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ ''پھر تمھیں جوڑے جوڑے بنا دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل کرتا رہا حتیٰ کہ تم مرد اور عورت نکاح کے مرحلے میں داخل ہو گئے۔ یہاں نکاح اور ازدواج سے مراد اولاد اور ذریت ہے۔ نکاح اگرچہ حصول اولاد کا سبب ہے' تاہم یہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر اور اس

کے علم سے مقرون ہے۔ ﴿ وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ﴾ ''اور جو بھی مادہ حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔'' اسی طرح آدمی کی تخلیق کے مختلف ادوار اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قضا و قدر سے مقرون ہیں۔

﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ ﴾ ''اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔'' یعنی جس شخص کو طویل عمر عطا کی گئی ہو تو اس کی عمر میں کمی نہیں کی جاتی ﴿ اِلَّا ﴾ ''مگر'' وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یا کسی ایسے انسان کی عمر میں جو کمی کی گئی ہو جو اس کی طوالت کے در پے رہتا اگر وہ کوتاہ عمری کے اسباب کو اختیار نہ کرتا' مثلاً زنا' والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی وغیرہ' جن کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ عمر کے کم ہونے کے اسباب ہیں اور معنی یہ ہے کہ عمر کا طویل یا کم ہونا' کسی سبب کی بنا پر ہو یا کسی سبب کے بغیر سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ﴿ فِيۡ كِتٰبٍ ﴾ ''ایک کتاب میں'' درج کر رکھا ہے۔ بندے کے تمام ایام حیات اور اس کے تمام اوقات میں اس کے ساتھ جو کچھ گزرتا ہے' سب اس کتاب میں درج ہے۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴾ ''بلاشبہ یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔'' یعنی ان بے شمار معلومات اور اس بارے میں کتاب کا احاطہ بہت آسان ہے۔

یہ تین دلائل جو موت کے بعد والی زندگی پر دلالت کرتے ہیں' سب عقلی دلائل ہیں' جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں اشارہ کیا ہے۔

(۱) زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرنا۔

(۲) وہ ہستی جس نے زمین کو حیات نو بخشی' وہ مردوں کو بھی زندہ کرے گی۔

(۳) انسان کا ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل ہونا۔

وہ اللہ جو اسے وجود میں لایا' جس نے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں اور ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کیا یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گیا جو اس کے لیے مقدر تھا' اس اللہ کے لیے اس کی زندگی کا اعادہ کرنا اور دوسری تخلیق عطا کرنا آسان تر ہے۔ اس کے علم نے تمام عالم علوی اور عالم سفلی کا' ہر چھوٹی یا بڑی چیز کا جو دلوں میں چھپی ہوئی ہے' ان بچوں کا جو ماؤں کے پیٹ میں ہیں اور عمروں کے زیادہ ہونے یا کم ہونے کا احاطہ کر رکھا ہے اور یہ سب کچھ ایک کتاب میں درج ہے۔ پس وہ اللہ جس کے لیے یہ سب کچھ اتنا آسان ہے اس کے لیے مردوں کو دوبارہ زندگی بخشنا آسان سے آسان تر ہے۔ نہایت ہی بابرکت ہے وہ ذات جس کی بھلائیاں ان گنت ہیں۔ اس نے اپنے بندوں کے لیے ان تمام امور کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ان کی معاش و معاد کی بھلائی ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ
اور نہیں برابر دو دریا' یہ ایک میٹھا خوب میٹھا آسان ہے اس کا پینا اور یہ ایک (دوسرا) کھارا سخت کڑوا ہے
وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ
اور ہر ایک میں سے کھاتے ہو تم گوشت تازہ اور نکالتے ہو تم زیور کہ پہنتے ہو تم انہیں اور دیکھیں گے آپ کشتیوں کو
فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
اس (دریا) میں پھاڑتی ہوئی (چلتی ہیں) پانی کو' تاکہ تلاش کرو تم اس کے فضل سے اور تاکہ تم شکر کرو○ داخل کرتا ہے وہ (اللہ) رات کو دن میں
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور کام میں لگا دیا ہے اس نے سورج اور چاند کو' ہر ایک چل رہا ہے ایک وقت مقرر تک'
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ
یہ ہے اللہ' تمہارا رب' اسی کی ہے بادشاہی' اور وہ جن کو تم پکارتے ہو اس (اللہ) کے سوا' نہیں اختیار رکھتے وہ
مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ ؕ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا
کھجور کی گٹھلی کے اوپر والے چھلکے کا بھی○ اگر پکارو تم ان کو تو نہیں سنیں گے وہ تمہاری پکار کو اور اگر وہ سن بھی لیں تو نہیں جواب دیں گے وہ
لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع
تمہیں' اور دن قیامت کے وہ انکار کر دیں گے تمہارے (اس) شرک کا' اور نہیں خبر دے گا آپ کو (کوئی) مانند (اللہ) خوب خبردار کے○

الثلثة

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت' اس کی حکمت اور اس کی بے پایاں رحمت کا بیان ہے کہ اس نے عالم ارضی کے لیے پانی کے مختلف ذخیرے تخلیق فرمائے اور ان کو ایک سا نہیں بنایا کیونکہ مصلحت تقاضا کرتی ہے کہ دریاؤں کا پانی میٹھا' پیاس بجھانے والا اور پینے میں خوشگوار ہو' تاکہ اسے پینے والے' باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرنے والے اپنے کام میں لائیں اور سمندروں کا پانی نمکین اور سخت کھاری ہو' تاکہ ان سمندروں کے اندر مرنے والے حیوانات کی بدبو سے ہوا خراب نہ ہو کیونکہ سمندر کا پانی چلتا نہیں بلکہ ساکن ہوتا ہے تاکہ اس کا کھاری پن اسے تغیر سے بچائے رکھے اور اس کے حیوانات خوبصورت اور زیادہ لذیذ ہوں' بنا بریں فرمایا: ﴿ وَمِنْ كُلٍّ ﴾ یعنی کھاری پانی اور میٹھے پانی کے ذخیرے میں سے ﴿ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا ﴾ ''تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔'' اس سے مراد مچھلی ہے' جس کا شکار سمندر میں بہت آسان ہے۔

﴿ وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ﴾ ''اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔'' یعنی موتی اور مونگے وغیرہ' جو سمندر میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بندوں کے لیے عظیم مصالح ہیں۔

سمندر کے فوائد اور مصالح میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کشتیوں کے لیے مسخر کیا۔ تم انھیں

دیکھتے ہو کہ وہ سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے ایک ملک سے دوسرے ملک تک اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک چلتی ہیں' مسافر ان کشتیوں اور جہازوں پر بھاری بوجھ اور اپنا سامان تجارت لادتے ہیں۔ تو اس طرح انھیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور تاکہ تم اس کا فضل (معاش) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''

ان جملہ نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے جب ان میں سے کوئی ایک آتا ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے' کبھی ایک میں کمی واقع ہو جاتی ہے تو دوسرے میں اضافہ اور کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں۔ اس سے بندوں کے اجسام' ان کے حیوانات' ان کے باغات اور ان کی کھیتیوں کے مصالح پورے ہوتے ہیں۔ اسی طرح سورج اور چاند کی تسخیر میں روشنی اور نور' حرکت اور سکون کے مصالح حاصل ہوتے ہیں' سورج کی روشنی میں بندے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کے لیے پھیل جاتے ہیں۔ سورج کی روشنی میں پھل پکتے ہیں اور دیگر ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کے فقدان سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے۔

﴿كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''اور ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔'' یعنی چاند اور سورج دونوں اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں اور اس وقت تک چلتے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی۔ جب وقت مقررہ آ جائے گا اور دنیا کی مدت پوری ہونے کا وقت قریب آ پہنچے گا تو ان کی طاقت سلب کر لی جائے گی' چاند بے نور ہو جائے گا' سورج کو روشنی سے محروم کر دیا جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔

ان عظیم مخلوقات میں جو عبرتیں اللہ تعالیٰ کے کمال اور احسان پر دلالت کرتی ہیں' ان کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾ ''یہ ہے اللہ' تمھارا رب' اسی کے لیے بادشاہی ہے۔'' یعنی وہ ہستی جو ان بڑی بڑی مخلوقات کی تخلیق اور تسخیر میں متفرد ہے وہی رب' الٰہ اور مستحق عبادت ہے' جو تمام اقتدار کا مالک ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''اور اس کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو۔'' یعنی تم جن بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو پوجتے ہو ﴿مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ وہ قلیل یا کثیر کسی چیز کے مالک نہیں حتی کہ وہ اس معمولی چھلکے کے بھی مالک نہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے جو حقیر ترین چیز ہے۔ یہ ان کی (الوہیت کی) نفی اور اس کے عموم کی تصریح ہے۔ ان خود ساختہ معبودوں کو کیسے پکارا جا سکتا ہے حالانکہ وہ زمین و آسمان کی بادشاہی میں کسی چیز کے بھی مالک نہیں؟

اس کے ساتھ ساتھ ﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ﴾ ''اگر تم ان کو پکارو'' تو وہ تمھاری پکار نہیں سنتے کیونکہ وہ پتھر ہیں یا مرے ہوئے انسان یا فرشتے جو ہر وقت اپنے رب کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔ ﴿وَلَوْ سَمِعُوْا﴾ بفرض محال اگر وہ سن بھی لیں ﴿مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ﴾ ''تو تمھاری بات قبول نہیں کریں گے۔'' کیونکہ وہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں نہ ان میں سے اکثر ان لوگوں کی عبادت پر راضی ہی ہیں جو ان کی عبادت کرتے ہیں بنابریں فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ تمھارے شرک کا انکار کریں گے'' یعنی ان کے خود ساختہ معبود ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ﴾ (سبا: ٤١/٣٤) ''تو پاک ہے، تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ یہ۔'' ﴿ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ یعنی آپ کو آگاہ کرنے والی کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو اللہ علیم و خبیر سے زیادہ سچی ہو۔ پس آپ کو قطعی طور پر یقین ہونا چاہیے کہ یہ معاملہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے ایک عینی مشاہدہ ہے، اس لیے آپ کو اس بارے میں قطعی کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

یہ آیات کریمہ روشن اور واضح دلائل پر مشتمل ہیں، جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی ہستی ذرہ بھر عبادت کی مستحق نہیں۔ اس کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل اور باطل سے متعلق ہے اور وہ اپنی عبادت کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ

اے لوگو! تم (سب) محتاج ہو اللہ کے۔ اور اللہ ہی ہے بے نیاز لائق حمد و ثنا ○ اگر وہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

تو لے جائے (ہلاک کر دے) تمھیں اور لے آئے ایک مخلوق نئی ○ اور نہیں ہے یہ بات اللہ پر کچھ مشکل ○ اور نہیں بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا

وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ

بوجھ دوسرے کا، اور اگر بلائے گا کوئی بوجھ لدا شخص اپنے بوجھ (اٹھانے) کو تو نہ اٹھایا جائے گا اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی، اگرچہ ہو وہ

ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ

رشتے دار ہی، بلاشبہ آپ تو ڈراتے ہیں صرف انھی لوگوں کو جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور قائم کرتے ہیں نماز

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

اور جو پاک ہو گیا تو بلاشبہ وہ پاک ہوتا ہے اپنے ہی لیے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں سے مخاطب ہے، انھیں ان کے احوال و اوصاف سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں:

(۱) وہ وجود میں آنے کے لیے اس کے محتاج ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان کو وجود میں نہ لائے تو وہ وجود میں نہیں آ سکتے۔

(۲) وہ اپنے مختلف قویٰ، اعضاء اور جوارح کے حصول میں اس کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو یہ قویٰ عطا نہ کرے تو کسی کام کے لیے ان میں کوئی استعداد نہیں۔

(۳) وہ خوراک، رزق اور دیگر ظاہری و باطنی نعمتوں کے حصول میں اسی کے محتاج ہیں۔ اگر اس کا فضل و کرم نہ ہو اور اگر وہ ان امور کے حصول میں آسانی پیدا نہ کرے تو وہ رزق اور دیگر نعمتیں حاصل نہیں کر سکتے۔

(۴) وہ اپنے مصائب و تکالیف، کرب و غم اور شدائد کو دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی مصیبتوں اور کرب و غم کو دور اور ان کی عسرت کا ازالہ نہ کرے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ مصائب و شدائد میں گھرے رہیں۔

(۵) وہ اپنی مختلف انواع کی تربیت و تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

(۶) وہ اسے الٰہ بنانے، اس سے محبت کرنے، اس کو معبود بنانے اور خالص اسی کی عبادت کرنے میں اس کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان امور کی توفیق عطا نہ کرے تو یہ ہلاک ہو جائیں، ان کی ارواح، قلوب اور احوال فاسد ہو جائیں۔

(۷) وہ ان چیزوں کے علم کے حصول میں جنھیں وہ نہیں جانتے اور ان کی اصلاح کرنے والے عمل کے حصول میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو علم عطا نہ کرے تو وہ کبھی بھی علم سے بہرہ ور نہ ہو سکیں اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو عمل کی توفیق سے نہ نوازے تو وہ کبھی نیکی نہ کر سکیں...... وہ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے بالذات اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں خواہ انھیں اپنی کسی حاجت کا شعور ہو یا نہ ہو۔

مگر لوگوں میں سے توفیق سے بہرہ ور وہی ہے جو دینی اور دنیاوی امور سے متعلق اپنے تمام احوال میں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) اپنے فقر و احتیاج کا مشاہدہ کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرتا ہے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہے کہ وہ اسے ایک لحہ کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہ کرے، اس کے تمام امور میں اس کی مدد فرمائے اور وہ اس آیت کے معنی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اس رب اور معبود کی کامل اعانت کا مستحق ہے جو ماں کے اپنے بچوں پر مہربان ہونے سے کہیں بڑھ کر اس پر مہربان اور رحیم ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جو ہر لحاظ سے غنائے کامل کی مالک ہے۔ وہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کی محتاج نہیں جن کی مخلوق محتاج اور ضرورت مند ہوتی ہے کیونکہ اس کی صفات تمام تر صفات کمال اور جلال ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غنائے تام ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو دنیا و آخرت میں غنا سے نوازا ہے۔ ﴿الْحَمِيْدُ﴾ وہ اپنی ذات اور اپنے ناموں میں قابل حمد و ستائش ہے کیونکہ اس کے تمام نام اچھے، اس کے تمام اوصاف عالی شان اور اس کے تمام افعال سراسر فضل و احسان، عدل و حکمت اور رحمت پر مبنی ہیں۔

وہ اپنے اوامر و نواہی میں قابل تعریف ہے کیونکہ وہ اپنی صفات، فضل و اکرام اور جزا و سزا میں عدل و انصاف کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔ وہ اپنے غنا میں قابل تعریف ہے اور وہ اپنی حمد و ثنا سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔

﴿ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ﴾ اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اے لوگو! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمھیں لے جائے اور تمھاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے جو تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہوں۔ یہ ان کے لیے ہلاکت کی وعید اور اس حقیقت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ایسا کرنے سے قاصر نہیں۔ اس میں موت کے بعد زندگی کے اثبات کا احتمال بھی ہے، نیز اس حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت ہر چیز پر نافذ ہے۔ اس کی مشیّت اس چیز پر بھی قادر ہے کہ تمھارے مرنے کے بعد تمھیں دوبارہ نئے سرے سے زندہ کرے' مگر اس زندگی کے لیے ایک وقت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے' اس وقت مقرر سے تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔

﴿ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ﴾ ''اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔'' یعنی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں اور کوئی ہستی اسے عاجز نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد آنے والی آیت کریمہ آخری معنی پر دلالت کرتی ہے' یعنی ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ﴾ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ﴿ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ ﴾ اگر کوئی نفس جس نے اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھایا ہوا ہوگا اور وہ کسی سے بوجھ اٹھانے کے لیے التماس کرے گا ﴿ لَا يُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَىۡءٌ وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ﴾ ''تو کوئی شخص بھی خواہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' کیونکہ آخرت کے احوال دنیا کے احوال کی مانند نہیں ہیں جہاں دوست' دوست کی مدد کرتا ہے' بلکہ قیامت کے روز تو بندہ تمنا کرے گا کہ اس کا کسی کے ذمے حق ہو' خواہ اس کے والدین اور اقارب کے ذمے ہی کیوں نہ ہو۔

﴿ اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ﴾ ''آپ تو صرف انھی لوگوں کو نصیحت کر سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم کرتے ہیں۔'' یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو انذار کو قبول کرتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جو کھلے چھپے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کی تمام حدود و شرائط' ارکان و واجبات اور پورے خشوع کے ساتھ قائم کرتے ہیں کیونکہ خشیت الٰہی بندے سے اس عمل کا تقاضا کرتی ہے جس کے ضیاع پر سزا کا خوف ہو اور ایسے عمل سے دور رہنے کا تقاضا کرتی ہے جس کے ارتکاب پر عذاب کا خوف ہو۔ نماز بھلائی کی طرف بلاتی ہے اور فواحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

﴿ وَمَنۡ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفۡسِهٖ ﴾ یعنی جس کسی نے اپنے نفس کو عیوب مثلاً ریا' تکبر' جھوٹ' دھوکہ' مکروفریب' نفاق اور دیگر اخلاق رذیلہ سے پاک کیا اور اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کیا مثلاً صدق' اخلاص' تواضع وانکسار' بندوں کی خیر خواہی اور دل کو بغض' حسد' کینے اور دیگر اخلاق رذیلہ سے پاک رکھا' تو اس کے تزکیۂ نفس کا فائدہ اسی کو حاصل ہوگا۔ اس کے عمل میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔ ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴾ ''اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔'' پس وہ تمام خلائق کو ان کے اعمال کی جزا دے گا اور ان کے اعمال کا حساب لے گا اور

کوئی چھوٹا یا بڑا عمل شمار کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا

اور نہیں برابر (ہو سکتا) اندھا اور دیکھنے والا ○ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی ○ اور نہ سایہ اور نہ

الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

دھوپ ○ اور نہیں برابر (ہو سکتے) زندے اور نہ مردے' بے شک اللہ سنوا دیتا ہے جسے چاہتا ہے

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿٢٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ

اور نہیں آپ سنا سکتے ان کو جو قبروں میں ہیں ○ نہیں ہیں آپ مگر صرف ڈرانے والے ○ بلاشبہ بھیجا ہم نے آپ کو حق کے ساتھ'

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾

خوشخبری دینے اور ڈرانے والا' اور نہیں ہوئی کوئی امت' مگر ضرور گزرا ہے اس میں ایک ڈرانے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ حکمت الٰہی اور اس نے اپنے بندوں کو جو فطرت عطا کی ہے' ان کے لحاظ سے اضداد برابر نہیں ہوتیں' فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى ﴾ ''اور نہیں ہے برابر اندھا'' جس کی بینائی نہیں ﴿ وَالْبَصِيْرُ ○ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ○ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ﴾ ''اور دیکھنے والا' نہ اندھیرے اور روشنی' نہ سایہ اور دھوپ (برابر ہیں) اور نہ زندے اور مردے یکساں ہوتے ہیں۔'' جیسا کہ تمھارے نزدیک بھی یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت اور کسی شک وشبے سے پاک ہے کہ مذکورہ بالا تمام چیزیں برابر نہیں ہیں' تب تمھیں یہ حقیقت بھی معلوم ہونی چاہیے کہ معنوی طور پر متضاد اشیا میں عدم مساوات زیادہ اولیٰ ہے۔

پس مومن اور کافر برابر نہیں ہیں' نہ ہدایت یافتہ اور گمراہ برابر ہیں' نہ عالم اور جاہل برابر ہیں' نہ اہل جنت اور اہل جہنم برابر ہیں' نہ زندہ دل اور مردہ دل برابر ہیں۔ ان مذکورہ اشیا کے درمیان اتنا فرق اور اس قدر تفاوت ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جب تمام اشیا کے مراتب معلوم ہو گئے اور ان کے درمیان امتیاز واقع ہو گیا اور وہ اشیا اپنی اضداد میں سے واضح ہو گئیں جن کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے' تو ایک دور اندیش اور عقل مند شخص کو اپنے لیے وہی چیز منتخب کرنی چاہیے جو بہتر اور ترجیح دیے جانے کی مستحق ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔'' یعنی جسے چاہتا ہے فہم وقبول کی سماعت عطا کرتا ہے کیونکہ وہی راہ دکھانے والا اور توفیق عطا کرنے والا ہے۔ ﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ ''اور آپ ان کو جو قبروں میں پڑے ہیں نہیں سنا سکتے۔'' یعنی جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں آپ ان کو نہیں

سنا سکتے' جس طرح آپ کا قبر کے مردوں کو بلانا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا' اسی طرح اعراض کرنے والے معاند کو بھی آپ کا بلانا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ آپ کا کام صرف ڈرانا اور ان تک اس حکم کو پہنچا دینا ہے جس کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے' خواہ وہ اس کو قبول کریں یا نہ کریں۔ ﴿ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ○ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ ﴾ ''آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں' بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔'' یعنی ہم نے آپ کو مجرد حق کے ساتھ بھیجا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب رسولوں کی بعثت منقطع تھی' راہ حق کے نشان گم ہو چکے تھے' علم مٹ چکا تھا اور خلائق آپ کی بعثت کی سخت ضرورت مند تھی۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور یوں آپ کو دین قیم اور صراط مستقیم کے ساتھ مبعوث فرمایا جو باطل نہیں' سراسر حق ہے' اسی طرح ہم نے آپ کو یہ قرآن عظیم دے کر بھیجا جو دانائی سے لبریز' یاد دہانی پر مشتمل' سراسر حق اور صداقت ہے۔

﴿ بَشِيْرًا ﴾ آپ کو ان لوگوں کے لیے دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوش خبری سنانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے جو آپ کی اطاعت کریں۔ ﴿ وَّنَذِيْرًا ﴾ اور ان لوگوں کے لیے دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے جو آپ کی نافرمانی کریں اور آپ کوئی نئے رسول تو نہیں ہیں۔ نہیں ہے ﴿ مِنْ اُمَّةٍ ﴾ ''کوئی بھی امت'' سابقہ امتوں اور گزشتہ ادوار میں سے ﴿ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ ''مگر اس میں ڈرانے والا آیا ہے'' تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو۔ ﴿ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ﴾ (الانفال: ٤٢/٨) ''تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔''

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اور اگر وہ جھٹلاتے ہیں آپ کو تو (نئی بات نہیں) تحقیق جھٹلایا تھا ان لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے ہوئے آئے تھے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلوں کیساتھ'

ع ۱۲ / ۱۵ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾

اور صحیفوں کیساتھ اور کتاب روشن کیساتھ ○ پھر پکڑ لیا میں نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا' پس (دیکھو) کیسے (نازل) ہوا ان پر میرا عذاب ○

اے رسول! اگر یہ مشرکین آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ کوئی پہلے رسول نہیں ہیں جس کو جھٹلایا گیا ہو ﴿ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''پس جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آئے۔'' ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے جو حق اور ان رسولوں کی خبر کی صداقت پر دلالت کرتے تھے ﴿ وَبِالزُّبُرِ ﴾ یعنی لکھی ہوئی کتابوں کے ساتھ آئے جن میں بہت سے احکام جمع تھے ﴿ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴾ ''اور روشن کتاب'' یعنی جو اپنی سچی خبروں اور عدل پر مبنی احکام میں پوری طرح روشن ہے۔ ان کا اپنے رسولوں کو جھٹلانا' کسی اشتباہ اور رسولوں کی دعوت میں کسی کمی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کا سبب محض ان کا ظلم اور عناد تھا۔ ﴿ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''پھر میں نے (مختلف انواع کے عذاب کے ذریعے

سے) ان کو پکڑا جنہوں نے کفر کیا تھا۔" ﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ "پس میرا عذاب کیسا سخت تھا" ان پر؟ ان کے لیے نہایت سخت سزا تھی۔ اس لیے تم رسول کریم (ﷺ) کی تکذیب سے بچو ورنہ تم پر بھی وہی دردناک اور رسوا کن عذاب نازل ہو جائے گا جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ

کیا نہیں دیکھا آپ نے' بلاشبہ اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی' پھر نکالے ہم نے اس کے ذریعے سے ایسے پھل کہ مختلف ہیں انکے رنگ'

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ' مختلف ہیں ان کے رنگ اور بہت گہرے کالے سیاہ○

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى

اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں سے بھی' مختلف ہیں ان کے رنگ اسی طرح۔ بلاشبہ ڈرتے ہیں

اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی' بلاشبہ اللہ خوب غالب ہے' بہت بخشنے والا○

اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ اس نے کائنات میں متضاد اشیاء کو تخلیق کیا جن کی اصل اور مادہ ایک ہے' مگر اس کے باوجود ان میں فرق اور تفاوت ہے جو معروف اور سب پر عیاں ہے تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت تامہ پر استدلال کریں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے مختلف اقسام کے پھل پیدا کیے اور مختلف انواع کی نباتات اگائیں' دیکھنے والے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں حالانکہ ان کو سیراب کرنے والا پانی ایک اور ان کو اگانے والی زمین ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنایا' آپ دیکھیں کہ پہاڑ گویا ایک دوسرے سے ملے ہوئے بلکہ وہ ایک ہی پہاڑ نظر آئیں گے' ان پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں' ان کے اندر سفید' زرد' سرخ اور گہرے سیاہ رنگ کی دھاریاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں' چوپایوں اور مویشیوں کو پیدا کیا ان کو مختلف رنگ' اوصاف' آوازیں اور مختلف صورتیں عطا کیں جو آنکھوں کے سامنے عیاں ہیں اور دیکھنے والے ان کا مشاہدہ کر سکتے ہیں ان تمام چیزوں کی اصل اور ان کا مادہ ایک ہے۔

ان کے درمیان تفاوت اللہ کی مشیت پر عقلی دلیل ہے' جس نے ہر ایک کو مخصوص رنگ اور وصف سے مختص کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے کہ اس نے ان کو وجود بخشا' یہ اس کی حکمت اور رحمت ہے کہ ان کو اس اختلاف اور تفاوت سے نوازا۔ اس تفاوت میں بے شمار فوائد اور منافع پنہاں ہیں جو معلوم ہیں۔ اس تفاوت کے

سبب سے راستوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

نیز یہ اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کی دلیل ہے' نیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا' مگر غافل شخص ان تمام اشیاء کو غفلت کی نظر سے دیکھتا ہے ان چیزوں کو دیکھ کر اسے نصیحت حاصل نہیں ہوتی ان چیزوں سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اپنے فکر راست کی بنا پر ان میں پنہاں اللہ تعالیٰ کی حکمت کو جانتے ہیں، بنا بریں فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے تو اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔'' جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ خشیت الٰہی اسے گناہوں سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنے کی موجب بنتی ہے۔

یہ آیت کریمہ علم کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ علم انسان کو خشیت الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ خشیت الٰہی کے حامل لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اکرام و تکریم کے اہل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ (البینۃ: ۸/۹۸) ''اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ (کامل) غلبے کا مالک ہے'' یہ اس کا غلبہ ہی ہے کہ اس نے متضاد انواع و اقسام کی مخلوقات کو پیدا کیا۔ ﴿ غَفُوْرٌ ﴾ ''بخشنے والا ہے'' توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

بلاشبہ وہ لوگ جو تلاوت کرتے ہیں کتاب اللہ کی اور قائم کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو دیا ہم نے انکو، پوشیدہ

وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ

اور علانیہ' امید کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کی' جو ہرگز نہیں نقصان والی○ تاکہ پورے دے وہ (اللہ) انکو اجر انکے اور زیادہ دے ان کو

مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

اپنے فضل سے' بے شک وہ بہت بخشنے والا' ازحد قدردان ہے○

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ ﴾ ''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں۔'' یعنی اس کے اوامر میں اس کی اطاعت کرتے ہیں' اس کے نواہی کو ترک کرتے ہیں' اس کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کر کے انھیں اپنا عقیدہ بناتے ہیں اور ان اقوال کو پسند نہیں کرتے جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس کے معانی میں غور و خوض اور ان کے فہم کے حصول کی خاطر اس کے الفاظ کی تلاوت کرتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب اللہ کی تلاوت کے عموم کو بیان کرنے کے بعد نماز کو مخصوص فرمایا' جو دین کا ستون' مسلمانوں کے لیے روشنی' ایمان کی

میزان اور دعویٰ اسلام کی صداقت کی علامت ہے نیز اقارب، مساکین اور یتیموں پر زکوٰۃ، کفارات، نذر اور صدقات کے مال کو خرچ کرنے کو مخصوص فرمایا۔ ﴿سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ "کھلے چھپے" تمام اوقات میں۔

﴿يَّرْجُوْنَ﴾ اس کے ذریعے سے وہ امید کرتے ہیں ﴿تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾ ایسی تجارت کی، جو کبھی کساد کا شکار ہوگی نہ فساد کا، بلکہ وہ سب سے بڑی، عالی شان اور افضل ترین تجارت ہے۔ آگاہ رہو کہ وہ تجارت ان کے رب کی رضا، اس کے بے پایاں ثواب کا حصول، اس کی ناراضی اور عذاب سے نجات ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان اہل ایمان کے اعمال میں اخلاص کی طرف اشارہ ہے نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ان اعمال میں ان کے مقاصد برے اور نیت فاسد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ وہ جس چیز کی امید کرتے تھے وہ ان کو حاصل ہو گئی۔ ﴿لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُوْرَهُمْ﴾ "تاکہ وہ دے ان کو ان کا پورا پورا اجر" یعنی ان کے اعمال کی قلت و کثرت ان کے حسن و قبح کے اعتبار سے ان کا اجر۔ ﴿وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اجر سے بڑھ کر نوازے گا۔ ﴿إِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ "بے شک وہ بخشنے والا قدر دان ہے۔" اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور ان کی تھوڑی سی نیکی کو بھی قبولیت کا شرف بخشے گا۔

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ

اور وہ جو وحی کی ہم نے آپ کی طرف کتاب سے، وہ حق ہے، تصدیق کرنے والی ہے اس (کتاب) کی جو اس سے پہلے ہے، بیشک

اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ

اللہ ساتھ اپنے بندوں کے البتہ خوب خبردار، دیکھنے والا ہے○ پھر وارث کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے چن لیا اپنے بندوں میں سے

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

پس بعض تو ان میں سے ظلم کرنے والے ہیں اپنے نفس پر اور بعض ان میں میانہ رو ہیں اور بعض ان میں سے سبقت کرنے والے ہیں نیکیوں میں اللہ کے حکم سے

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ

یہی ہے وہ فضل بہت بڑا○ باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے، داخل ہوں گے وہ ان میں پہنائے جائیں گے وہ ان میں کنگن

مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا

سونے اور موتی کے اور ان کا لباس ہوگا اس میں ریشم کا○ اور وہ کہیں گے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ جس نے دور کر دیا ہم سے

الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

غم، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا قدر دان ہے○ وہ جس نے اتارا ہمیں ہمیشہ رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے

لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾

نہیں پہنچتی ہمیں اس میں کوئی تکلیف، اور نہیں پہنچتی ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کتاب جو اس نے اپنے رسول ﷺ کی طرف وحی کی ﴿هُوَ الْحَقُّ﴾ ''وہ حق ہے'' کیونکہ وہ جن امور پر مشتمل ہے وہ حق ہیں اور اس نے حق کے تمام اصولوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ گویا تمام حق صرف اسی کتاب کے اندر ہے' اس لیے تمھارے دلوں میں حق کے بارے میں کوئی تنگی نہ آئے اور تم حق سے تنگ آ کر نہ اسے ہیچ سمجھو۔ جب یہ کتاب حق ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ تمام مسائل الٰہیہ اور امور غیبیہ جن پر یہ کتاب دلالت کرتی ہے واقع کے مطابق ہوں' لہٰذا یہ جائز نہیں کہ اس سے کوئی ایسی مراد لی جائے جو اس کے ظاہر اور اس چیز کے خلاف ہو جس پر اس کا ظاہر دلالت کرتا ہے۔

﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ یعنی گزشتہ کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ ان کتابوں اور رسولوں نے اس کتاب کے بارے میں پیش گوئی کی تھی اس لیے جب یہ کتاب آ گئی تو اس سے ان کی صداقت ظاہر ہوگئی اور چونکہ گزشتہ کتابوں نے اس کتاب کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے خوش خبری دی اور یہ اس پیشین گوئی کی تصدیق کرتی ہے' اس لیے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کتب سابقہ پر ایمان لائے اور قرآن کا انکار کرے کیونکہ اس کا قرآن کو نہ ماننا' ان کتابوں پر اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے کیونکہ ان کی جملہ خبروں میں سے ایک خبر قرآن کے بارے میں بھی ہے، نیز ان کی خبریں قرآن کی دی ہوئی خبروں کے مطابق ہیں۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار اور دیکھنے والا ہے۔'' اس لیے وہ ہر قوم اور ہر فرد کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کے احوال کے لائق ہے۔ سابقہ شریعتیں اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے زمانے کے لائق تھیں' اس لیے اللہ تعالیٰ رسول کے بعد رسول بھیجتا رہا یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ پر سلسلۂ رسالت کو ختم کر دیا۔ پس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ یہ شریعت لے کر تشریف لائے جو قیامت تک کے لیے مخلوق کے تمام مصالح کے مطابق ہے اور ہر وقت ہر بھلائی کی ضامن ہے۔

چونکہ یہ امت کامل ترین عقل' بہترین افکار' نرم ترین قلوب اور پاک ترین نفوس کی حامل ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے دین اسلام اور دین اسلام کو اس کے لیے چن لیا' اس لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ ''پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے چن لیا۔'' اور ان لوگوں سے مراد امت محمدیہ ہے۔ ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ ''پس کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں'' ایسے گناہوں کے ارتکاب سے جو کفر سے کم تر ہیں ﴿وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ﴾ ''اور کچھ میانہ رو ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جو محرمات کو ترک کرتے ہوئے صرف واجبات پر اکتفا کرتے ہیں۔ ﴿وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ﴾ کچھ نیکیوں میں سبقت اور جدوجہد کرنے والے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو فرائض ادا کرتے ہیں' نہایت کثرت سے نوافل کا اہتمام کرتے ہیں اور محرمات و مکروہات کو ترک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کی وراثت کے

لیے ان تمام لوگوں کو چن لیا ہے اگر چہ ان کے مراتب میں تفاوت اور ان کے احوال میں فرق ہے۔ان میں سے ہر ایک کے لیے اس وراثت میں حصہ ہے حتیٰ کہ اس کے لیے بھی اس وراثت میں حصہ ہے جس نے گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا کیونکہ اس کے پاس اصل ایمان علوم ایمان اور اعمال میں سے جو کچھ ہے وہ کتاب کی وراثت ہے۔کتاب کی وراثت سے مراد اس کا علم اس پر عمل اس کے الفاظ کا پڑھنا اور اس کے معانی کا استنباط ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے کی طرف راجع ہے تاکہ وہ اپنے عمل کے بارے میں کسی دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائے کیونکہ اس نے نیکیوں کی طرف سبقت صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے کی ہے لہٰذا اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس نعمت سے نوازا ہے وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ یعنی ان لوگوں کے لیے جنھیں اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے اس جلیل القدر کتاب کی وراثت بہت بڑا فضل ہے جس کے سامنے تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ مطلق طور پر سب سے زیادہ جلیل القدر نعمت اور سب سے بڑا فضل اس عظیم کتاب کی وراثت ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کے اجر کا ذکر فرمایا جن کو اس نے یہ وراثت عطا کی ہے ، چنانچہ فرمایا: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا ﴾ ''وہ ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل ہوں گے۔'' یعنی وہ ایسے باغات ہوں گے جو درختوں گہرے سایوں خوبصورت پھلواریوں اچھلتی ہوئی ندیوں عالی شان محلات اور آراستہ کیے ہوئے گھروں پر مشتمل ہوں گے جو ہمیشہ رہیں گے اور کبھی زائل نہیں ہوں گے۔وہاں ایک ایسی خوبصورت زندگی ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔(عَدْنٌ) سے مراد ''اقامت'' (قیام کرنا) ہے تو (جنّاتُ عَدْنٍ) کا معنی باغاتِ اقامت ہے۔باغات کی اقامت کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ دائمی اقامت اور ہمیشگی ان باغات اور ان کے رہنے والوں کا وصف ہے۔ ﴿ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ ﴾ ''وہاں انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔'' یہ وہ زیور ہے جو ہاتھوں میں پہنا جاتا ہے۔وہ جس طرح چاہیں گے انھیں پہنیں گے اور یہ زیور انھیں دیگر تمام زیوروں سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے گا۔ جنت میں زیور پہننے میں مرد اور عورتیں برابر ہوں گے۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' وہ جنت میں پہنائے جائیں گے ﴿ لُؤْلُؤًا ﴾ ''موتی'' جو ان کے لباس اور جسم پر آراستہ ہوں گے۔ ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴾ ''اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا'' یعنی باریک اور موٹا سبز ریشم۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' جب ان پر نعمتوں کا اتمام اور لذتوں کی تکمیل ہو جائے گی تو ﴿ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ﴾ ''وہ کہیں گے ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔'' یہ ہر قسم کے حزن و غم کو شامل ہے لہٰذا انھیں حسن و جمال اور جسم میں کسی نقص کی بنا پر کوئی حزن و غم پیش آئے گا نہ ماکولات و مشروبات اور لذات میں کمی کی وجہ سے اور نہ جنت میں عدم دوام ہی کی وجہ سے کوئی غم لاحق ہوگا۔اہل جنت ایسی نعمتوں میں

رہیں گے جن سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہ ہوگی اور ابداً آباد تک ان نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ﴿اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ﴾ ''بے شک ہمارا رب بخشنے والا ہے۔'' کیونکہ اس نے ہماری تمام لغزشوں کو بخش دیا ہے ﴿شَكُوۡرٌ﴾ ''قدردان ہے۔'' کیونکہ اس نے ہماری نیکیوں کو قبول فرما کر ہماری نیکیوں کی قدر کی'ان نیکیوں میں کئی گنا اضافہ کیا اور ہمیں اپنے فضل سے ہمارے اعمال اور ہماری امیدوں سے بڑھ کر بہرہ ور کیا۔ پس انھوں نے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے ذریعے سے ہر مکروہ امر سے نجات پائی۔ اس کے فضل و کرم اور اس کی قدردانی کی بنا پر جنت میں ہر مرغوب و محبوب چیز حاصل کی۔

﴿الَّذِيۡۤ اَحَلَّنَا﴾ ''جس نے ہمیں اتارا۔'' یعنی اس نے ہمیں جنت میں عبوری اور عارضی طور پر نازل نہیں فرمایا بلکہ مستقل طور پر نازل فرمایا ﴿دَارَ الۡمُقَامَةِ﴾ ''ہمیشگی کے گھر میں'' جہاں دائمی قیام ہے' جہاں بے شمار بھلائیوں' کبھی نہ ختم ہونے والی مسرتوں اور کسی قسم کے تکدر کے عدم وجود کی وجہ سے قیام کی خواہش کی جاتی ہے۔ اور اس کا ہمیں جنتوں میں نازل کرنا ﴿مِنۡ فَضۡلِهٖ﴾ ہمارے اعمال کے سبب سے نہیں بلکہ اس کے فضل و کرم سے ہمیں جنت عطا ہوئی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ہم کبھی اس مقام پر نہ پہنچ سکتے۔ ﴿لَا يَمَسُّنَا فِيۡهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيۡهَا لُغُوۡبٌ﴾ ''یہاں ہم کو کوئی رنج پہنچے گا نہ تھکان۔'' یعنی بدن' قلب اور دیگر قویٰ میں کثرت تمتع کی وجہ سے کوئی تھکاوٹ نہ ہوگی۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اہل جنت کے بدن کو کامل زندگی عطا کرے گا اور انھیں دائمی طور پر راحت کے اسباب مہیا کرے گا۔ ان کے یہ اوصاف ہوں گے کہ ان کو کوئی کمزوری لاحق ہوگی نہ تھکن اور نہ کسی قسم کا حزن و غم۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنت میں نیند نہیں آئے گی کیونکہ نیند تو صرف تھکن دور کرنے اور راحت حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے...... اور اہل جنت کو تو تھکن لاحق نہیں ہوگی...... اور نیند گویا ایک چھوٹی موت ہے اور اہل جنت کو کبھی موت نہیں آئے گی...... اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اہل جنت میں شامل کرے (آمین)

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقۡضٰى عَلَيۡهِمۡ فَيَمُوۡتُوۡا وَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمۡ مِّنۡ

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا' ان کیلئے آتش جہنم ہے' نہیں فیصلہ کیا جائے گا ان پر (موت کا) کہ وہ مر جائیں اور نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے

عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِيۡ كُلَّ كَفُوۡرٍ ۚ ﴿۳۶﴾ وَهُمۡ يَصۡطَرِخُوۡنَ فِيۡهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا

عذاب اس (جہنم) کا' اسی طرح بدلہ (سزا) دیتے ہیں ہم ہر ناشکرے کو O اور وہ چلائیں گے اس میں (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! تو نکال ہم کو

نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَيۡرَ الَّذِيۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ

(اب) ہم عمل کریں گے نیک' نہ کہ وہ جو تھے ہم عمل کرتے (پہلے)۔ (اللہ فرمائے گا) کیا نہیں عمر دی تھی ہم نے تمھیں اتنی کہ نصیحت پکڑ لیتا اس میں

مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ ع

وہ شخص جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا (بھی) پس (اب) چکھو تم (عذاب) کہ نہیں ہے ظالموں کیلئے کوئی مددگار○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل جنت اور ان کو عطا کی جانے والی نعمتوں کا حال بیان کرنے کے بعد اہل جہنم اور ان کو دیے جانے والے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ جنھوں نے آیات الٰہی کا جو رسول لے کر آئے تھے اور اپنے رب سے ملاقات کا انکار کیا۔ ﴿ لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ﴾ ''ان کے لیے جہنم کی آگ ہے'' جہاں انھیں نہایت سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ ﴾ ''نہ تو ان کا قصہ پاک کیا جائے گا'' موت کے ساتھ ﴿ فَيَمُوْتُوْا ﴾ ''کہ وہ مر جائیں'' اور آرام پا لیں ﴿ وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ﴾ ''اور نہ ان کا عذاب ہی ان سے کم کیا جائے گا۔'' پس ہر وقت اور ہر آن ان کے عذاب میں دائمی شدت رہے گی۔ ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ○ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ﴾ ''ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے'' یعنی وہ جہنم میں چیخ و پکار کریں گے مدد کو پکاریں گے اور کہیں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ﴾ ''ہمارے رب ہم کو نکال لے (اب) ہم نیک عمل کیا کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو ہم کیا کرتے تھے۔'' پس وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں انصاف کیا ہے۔ وہ واپس لوٹنے کی خواہش کریں گے مگر اب وقت گزر گیا۔

ان سے کہا جائے گا: ﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا ﴾ یعنی کیا ہم نے تمھیں ایک طویل عمر عطا نہیں کی تھی؟ ﴿ يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ ﴾ جو کوئی اس طویل عرصہ میں نصیحت پکڑنا چاہتا وہ نصیحت پکڑ سکتا تھا۔ ہم نے تمھیں دنیا میں اسباب دنیا سے بہرہ ور کیا' تمھیں رزق عطا کیا' تمھارے لیے اسباب راحت مہیا کیے' تمھیں لمبی عمر عطا کی' تمھارے سامنے پے در پے اپنی نشانیاں ظاہر کیں اور تمھارے پاس ڈرانے والے بھیجے اور تمھیں سختی اور نرمی کے ذریعے سے آزمایا گیا تاکہ تم ہماری طرف رجوع کرو اور ہماری طرف لوٹو۔

مگر تمھیں کسی نصیحت اور انذار نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ ہم نے تم سے عذاب کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ تمھیں دی گئی مہلت پوری ہو گئی تمھاری عمریں اپنے اتمام کو پہنچیں' تم بدترین احوال کے ساتھ' دارالعمل سے نکل کر دارالجزاء میں منتقل ہو چکے ہو۔ اب تم دنیا میں واپس لوٹنے کی درخواست کر رہے ہو۔ یہ بہت بعید ہے۔ اب عمل کا وقت گزر چکا' اب تو رحیم ورحمان کی ناراضی کا سامنا کرنا ہو گا' تم پر جہنم کی آگ بھڑکے گی اور اہل جنت نے تمھیں بھلا دیا۔ اب ہمیشہ کے لیے تم جہنم میں رہو اور ذلت اور رسوائی کے ساتھ عذاب بھگتو' اس لیے فرمایا: ﴿ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴾ ''پس اب چکھو' ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' جو ان کی مدد کر سکے اور ان کو اس عذاب سے نکال سکے یا اس عذاب میں تخفیف کر سکے۔

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۳۸﴾

بلاشبہ اللہ جانتا ہے پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی' بے شک وہ خوب جانتا ہے بھید (راز) سینوں کے ○

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم کی جزا و سزا اور ان کے اعمال کا ذکر کرنے کے بعد اپنی وسعت علم سے آگاہ فرمایا' نیز یہ کہ وہ آسمانوں اور زمین کے غیب سے مطلع ہے۔ ان امور غیبیہ کا علم رکھتا ہے جو مخلوق کے علم اور اس کی نظروں سے اوجھل ہیں وہ تمام بھیدوں کو جانتا ہے۔ سینوں میں جو اچھی یا بری باتیں چھپی ہوئی ہیں سب اس کے علم میں ہیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق جزا دے گا اور ہر ایک کے ساتھ اس کی قدر و منزلت کے مطابق سلوک کرے گا۔

هُوَ الَّذِيۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِي الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ

وہی ہے جس نے بنایا تمہیں جانشین زمین میں' پس جس نے کفر کیا تو اسی پر (وبال) ہوگا اسکے کفر کا' اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کو

كُفۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

ان کا کفر نزدیک ان کے رب کے مگر ناراضی ہی میں اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کو ان کا کفر مگر نقصان ہی میں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ اور بندوں پر اپنی رحمت سے آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی قضا و قدر سے ان کو زمین کے اندر ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور ہر قوم میں ڈرانے والے مبعوث کیے تاکہ وہ دیکھے کہ ان کے اعمال کیسے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی دعوت کا انکار کیا تو اس کے کفر اور گناہ کی سزا اسی کو ملے گی کوئی دوسرا اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کافر اپنے کفر سے اپنے رب کی ناراضی اور غضب میں اضافہ کرتا ہے۔ رب کریم کی ناراضی سے بڑھ کر اور کون سی سزا ہو سکتی ہے؟ ﴿وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور کافروں کو ان کا کفر نقصان ہی میں زیادہ کرتا ہے۔'' یعنی وہ اپنی ذات' اپنے گھر والوں' اپنے اعمال اور جنت میں اپنی منازل کے بارے میں گھاٹے میں رہیں گے۔ کفار ہمیشہ بدترین بدبختی' گھاٹے' اللہ تعالیٰ کے ہاں رسوائی اور اس کی مخلوق کے ہاں محرومیوں میں مبتلا رہیں گے۔

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوۡنِيۡ مَاذَا خَلَقُوۡا

کہہ دیجیے: خبر دو تم مجھے اپنے ان شریکوں (معبودوں) کی وہ جنہیں تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے دکھاؤ مجھے! کیا کچھ پیدا کیا انہوں نے

مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَيۡنٰهُمۡ كِتٰبًا فَهُمۡ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنۡهُ ۚ

زمین سے؟ یا انکا کوئی حصہ ہے آسمانوں (کی پیدائش) میں؟ یا دی ہے ہم نے انکو کوئی کتاب' پس وہ اوپر کسی واضح دلیل کے ہیں اس میں سے؟

بَلۡ اِنۡ يَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۴۰﴾

بلکہ نہیں وعدہ دیتے ظالم (یعنی) ان کے بعض بعض کو مگر دھوکے ہی کا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کے خودساختہ معبودوں کی بے بسی' ان کے نقص اور ہر لحاظ سے ان کے شرک کے بطلان کو واضح کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ﴾ یعنی اے رسول! ان سے کہہ دیجیے: ﴿اَرَءَيْتُمْ﴾ مجھے اپنے شریکوں کے بارے میں آگاہ کرو ﴿الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو'' کیا وہ دعا اور عبادت کے مستحق ہیں؟ ﴿اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ ''مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین سے کون سی چیز پیدا کی ہے؟'' آیا انھوں نے سمندروں کو پیدا کیا ہے یا پہاڑوں کو؟ انھوں نے حیوانات کو پیدا کیا ہے یا جمادات کو؟ وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ ان تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا تمھارے خود ساختہ شریکوں کے لیے ﴿فِي السَّمٰوٰتِ﴾ آسمانوں کی تخلیق و تدبیر میں کوئی حصہ ہے؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ تخلیق وتدبیر کائنات میں ان کا کوئی حصہ نہیں...... جب ان خودساختہ معبودوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے نہ خالق کی تخلیق میں یہ شریک ہیں تو پھر تم ان کی بے بسی کا اقرار کرنے کے باوجود ان کو کیوں پکارتے اور ان کی کیوں عبادت کرتے ہو؟ پس ان کی عبادت کے جواز کی دلیل ختم ہوگئی اور ان کی عبادت کا بطلان ثابت ہوگیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کے جواز کی سمعی دلیل کا ذکر کرتے ہوئے اس کا بھی ابطال فرمایا: ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا﴾ ''کیا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے'' جو ان کے شرک کو جائز قرار دیتی ہو یا انھیں شرک اور بتوں کی عبادت کا حکم دیتی ہو ﴿فَهُمْ﴾ لہٰذا وہ اپنے شرک کے بارے میں ﴿عَلٰى بَيِّنَتٍ﴾ کسی دلیل پر ہوں یعنی اس نازل شدہ کتاب میں کوئی ایسی چیز ہو جو شرک کے جواز اور اس کے صحیح ہونے کو ثابت کرتی ہو؟

معاملہ ایسے نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم سے پہلے ان پر کوئی کتاب نازل کی گئی ہے نہ محمد مصطفیٰ ﷺ سے قبل ان کی طرف کوئی رسول ہی مبعوث کیا گیا ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان پر کوئی کتاب نازل کی گئی ہے اور ان کی طرف کوئی رسول مبعوث کیا گیا ہے جس نے ان کے زعم کے مطابق' انھیں شرک کا حکم دیا ہے' تب بھی ہمیں قطعی یقین ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۲۵) ''اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا ہم نے اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا صرف میری عبادت کرو۔'' لہٰذا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام آسمانی کتابیں اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں اخلاص کا حکم دیا ہے۔ ﴿وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾ (البینۃ: ۹۸/۵) ''اور انھیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر اور دین کو صرف اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔''

اگر یہ کہا جائے کہ جب عقلی اور نقلی دلائل شرک کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں تب وہ کون سی چیز ہے جو مشرکین کو شرک پر آمادہ کرتی ہے حالانکہ ان کے اندر عقل مند اور ذہین و فطین لوگ بھی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

اس کے جواب میں فرمایا: ﴿ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ ''بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکے کی باتوں کا وعدہ کرتے ہیں'' یعنی یہ وہ مسلک ہے جس پر گامزن ہونے والے لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں، محض ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے ہیں' ایک دوسرے کی باتوں کو آراستہ کرتے ہیں' متاخرین گمراہ متقدمین کی اقتدا کرتے ہیں' یہ جھوٹی آرزوئیں ہیں جو شیاطین انھیں دلاتے ہیں اور ان کے برے اعمال ان کے سامنے سجاتے ہیں۔ یہ برے اعمال ان کے قلوب میں جڑ پکڑ لیتے ہیں اور ان کی صفت بن جاتے ہیں تب ان کو زائل اور ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور کفر اور شرک پر جمے رہنے سے وہ نتائج حاصل ہوتے ہیں جو سامنے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا

بلاشبہ اللہ ہی تھامے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو اس بات سے کہ وہ ٹل جائیں (اپنی جگہ سے) اور البتہ اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو نہیں روک سکے گا انکو

مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

کوئی بھی اس کے بعد' بلاشبہ وہ ہے بڑا بردبار' بہت بخشنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کمال قدرت' بے پایاں رحمت اور وسعت حلم ومغفرت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' نیز یہ کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روک رکھا ہے' اگر وہ ٹل جائیں تو اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی ایسی نہیں جو انھیں روک سکے۔ ان کی طاقت اور ان کے قویٰ ان کے بارے میں عاجز آجائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ زمین وآسمان ویسے ہی رہیں جیسے وجود میں لائے گئے تاکہ مخلوق کو استقرار' فائدہ اور عبرت حاصل ہو' نیز وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سلطان' قوت اور قدرت کو جان لیں اور ان کے دل اللہ کے جلال وتعظیم اور محبت وتکریم سے لبریز ہوں اور تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہ گاروں کو مہلت عطا ہونے اور نافرمانوں کو سزا دینے میں عدم عجلت کی بنا پر جان لیں کہ وہ کامل حلم وحکمت کا مالک ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے تو ان پر پتھروں کی بارش برسا دے اور اگر اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دے تو وہ ان کو نگل جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں مغفرت اور اس کا حلم وکرم ان پر سایہ کناں ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ ''بے شک وہ بہت بردبار معاف کرنے والا ہے۔''

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ

اور قسمیں کھائیں انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں اپنی' البتہ اگر آیا انکے پاس کوئی ڈرانے والا تو ضرور ہونگے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہر ایک امت سے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ

پس جب آیا انکے پاس ڈرانے والا تو نہیں زیادہ کیا اس نے انکو مگر نفرت ہی میں ○ تکبر کی وجہ سے زمین میں اور بری تدبیر (کی وجہ سے)

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ

اور نہیں گھیرتی بری تدبیر مگر اسکے کرنیوالے ہی کو' پس وہ نہیں انتظار کرتے مگر (اللہ کے) طریقے کا پہلے لوگوں کے (بارے میں) پس ہرگز نہ

تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ﴿۴۳﴾

پائیں گے آپ اللہ کے طریقے کا بدلنا اور ہرگز نہ پائیں گے آپ طریقۂ الٰہی کا ٹلنا○

اے اللہ کے رسول! آپ کی تکذیب کرنے والے یہ لوگ پکی قسمیں کھاتے تھے کہ ﴿ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ ﴾ ''اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوں گے۔'' یعنی وہ یہود و نصاریٰ (اہل کتاب) سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے مگر انھوں نے اپنی قسموں اور عہد کو پورا نہ کیا ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ ﴾ ''چنانچہ جب ڈرانے والا ان کے پاس آ گیا'' تو ان امتوں میں سے کسی بھی امت سے زیادہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے بلکہ وہ اپنی گمراہی پر جمے رہے بلکہ ﴿ مَّا زَادَهُمۡ ﴾ ''نہیں زیادہ کیا ان کو'' اس گمراہی نے ﴿ اِلَّا نُفُوۡرَا ﴾ ''مگر نفرت ہی میں'' ان کے اس رویے نے ان کی گمراہی، بغاوت اور عناد کو اور بڑھا دیا۔ ان کا یہ قسمیں اٹھانا کسی اچھے مقصد اور طلب حق کے لیے نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کو ضرور اس کی توفیق عطا کر دی جاتی لیکن ان کا قسمیں اٹھانا تو مخلوق اور حق کے مقابلے میں زمین پر تکبر کرنے اور اپنی بات میں مکر و فریب کرنے سے صادر ہوا تھا۔ ان کا مقصد محض فریب کاری تھا اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ تو اہل حق اور حق کے متلاشی ہیں تو سادہ لوح لوگ ان کے فریب میں مبتلا ہو کر ان کے پیچھے چل پڑے۔

﴿ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ ﴾ ''اور نہیں پڑتا وبال بری چال کا'' جس کا مقصد برا مقصد اور جس کا انجام برا اور باطل ہے ﴿ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ﴾ ''مگر بری چال چلنے والوں ہی پر'' ان کا مکر و فریب انھی کی طرف لوٹے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں اور ان قسموں کے بارے میں اپنے بندوں کے سامنے واضح کر دیا ہے کہ وہ جھوٹے اور فریب کار ہیں، چنانچہ اس سے ان کی رسوائی واضح، ان کی فضیحت نمایاں اور ان کا برا مقصد ظاہر ہو گیا۔ ان کا مکر و فریب ان ہی کی طرف لوٹ گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کو ان کے سینوں کی طرف لوٹا دیا۔ ان کے لیے کوئی حیلہ باقی نہ رہا سوائے اس کے کہ ان پر وہ عذاب نازل ہو جائے جو ان سے پہلے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے۔ جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ جو کوئی ظلم، عناد اور مخلوق کے ساتھ تکبر کے راستے پر گامزن ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے گا اور اس کی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا، لہٰذا ان قوموں کے ساتھ جو کچھ ہوا، ان کو اس پر نظر رکھنی چاہیے۔

اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَكَانُوۡۤا

کیا نہیں چلے پھرے وہ زمین میں کہ دیکھتے وہ، کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، اور تھے وہ

اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعۡجِزَهٗ مِنۡ شَىۡءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ

زیادہ سخت ان سے قوت میں اور نہیں ہے اللہ کہ عاجز کر دے اس کو کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ (کوئی چیز) زمین میں،

اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ

بلاشبہ ہے وہ خوب جاننے والا خوب قدرت والا○ اور اگر مواخذہ کرے اللہ لوگوں کا بہ سبب اس کے جو انھوں نے کمایا تو نہ چھوڑے وہ

عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا

اس (زمین) کی پشت پر کوئی چلنے والا جاندار اور لیکن وہ ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک وقت مقرر تک، پس جب

جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ ع

آ جائے گا ان کا وقت مقرر تو بلاشبہ اللہ ہے اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا○

اللہ تعالیٰ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ محض غفلت کے ساتھ نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے کے لیے اپنے قلب و بدن کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں اور دیکھیں کہ ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی، جو ان سے زیادہ مال اور اولاد رکھنے والے اور ان سے زیادہ طاقتور تھے، جنہوں نے ان سے زیادہ زمین کو آباد کیا۔ جب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تو ان کی قوت نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کا مال اور اولاد کسی کام نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت ان میں نافذ ہو کر رہی۔ ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اسے عاجز کر سکے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل علم اور کامل قدرت کا مالک ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ ''بے شک وہ جاننے والا قدرت رکھنے والا ہے۔''

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کامل حلم اور گناہ گاروں اور ارباب جرائم کو دی ہوئی ڈھیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا ﴾ ''اور لوگوں نے جو گناہ کیے اگر اللہ تعالیٰ ان پر ان کا مواخذہ کرتا'' ﴿ مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ ''تو روئے زمین پر ایک جان دار کو بھی نہ چھوڑتا'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو پوری سزا دیتا اور اس سزا کی سختی کا یہ حال ہوتا کہ غیر مکلف حیوانات بھی اس سے نہ بچتے۔ ﴿ وَلٰكِنْ ﴾ مگر اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے مہمل نہیں چھوڑتا۔ ﴿ يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دے رہا ہے پھر جب ان کا وقت آ جائے گا تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔'' یقیناً اللہ اپنے علم کے مطابق ان کے اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

تفسیر سورۂ یٰسٓ

سُوْرَةُ يٰسٓ (۳۶) مَكِّيَّةٌ (۴۱) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸۳ رُكُوْعَاتُهَا ۵

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

يٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ
يٰسٓ ○ قسم ہے قرآن حکمت والے کی ○ بلاشبہ آپ البتہ رسولوں میں سے ہیں ○ اوپر راہ راست کے ○ (یہ) اتارا ہوا ہے
الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ
نہایت غالب خوب رحم کرنیوالے کا ○ تاکہ ڈرائیں آپ اس قوم کو کہ نہیں ڈرائے گئے باپ دادا انکے پس وہ غافل ہیں ○ البتہ تحقیق ثابت ہوگئی بات (اللہ کی)
عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ
انکی اکثریت پر، سو وہ نہیں ایمان لائیں گے ○ بے شک ڈال دیئے ہم نے انکی گردنوں میں طوق، سو وہ (پہنچ رہے ہیں انکی) ٹھوڑیوں تک،
فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ
پس وہ سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں ○ اور بنادی ہم نے انکے سامنے ایک دیوار اور انکے پیچھے ایک دیوار پھر ڈھانک دیا ہم نے ان (کی آنکھوں) کو
فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ
پس وہ نہیں دیکھتے ○ اور برابر ہے اوپر انکے، کیا آپ ڈرائیں انکو یا نہ ڈرائیں، وہ نہیں ایمان لائیں گے ○ بے شک آپ تو ڈراتے ہیں
مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ
(صرف) اس شخص کو جو پیروی کرے نصیحت کی اور ڈرے رحمٰن سے بن دیکھے پس خوشخبری دے دیجیے اسکو مغفرت کی اور عزت والے اجر کی ○ بلاشبہ ہم ہی
نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ع
زندہ کرتے ہیں مُردوں کو اور لکھتے ہیں ہم جو (عمل) وہ آگے بھیجتے ہیں اور انکے آثار بھی اور ہر چیز، ہم نے محفوظ کر رکھا ہے اس کو کتاب واضح میں ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قرآن حکیم کی قسم ہے، جس کا وصف حکمت ہے اور حکمت سے مراد ہے ہر چیز کو اس کے اپنے مقام پر رکھنا اور امر و نہی کو اس مقام پر رکھنا جو ان کے لائق ہے اور خیر و شر کی جزا کو اس مقام پر رکھنا جو ان کے لائق ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے تمام احکام شرعی اور جزائی بے انتہا حکمت پر مبنی ہیں۔ اس قرآن کی حکمت یہ ہے کہ اس نے ''حکم'' اور ''حکمت'' کے تذکرے کو یکجا کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ عقول انسانی کو ان مناسبات اور اوصاف سے متنبہ کرتا ہے جو ترتیب حکم کا تقاضا کرتی ہیں۔ ﴿ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔'' یہ ہے وہ حقیقت جس پر اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اور وہ ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت۔ اے محمد! (ﷺ) آپ جملہ انبیاء و مرسلین میں شامل ہیں آپ کوئی انوکھے رسول تو نہیں ہیں، نیز آپ وہی دینی اصول لے کر مبعوث ہوئے ہیں جو دیگر انبیاء نے پیش کیے تھے۔

جو کوئی انبیاء و مرسلین کے احوال و اوصاف پر غور کرتا ہے تو اسے انبیاء و مرسلین اور عام لوگوں کے درمیان فرق معلوم ہو جاتا ہے اور اسے اس حقیقت کی معرفت بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ آپ تمام رسولوں میں اعلیٰ و افضل مقام رکھتے ہیں کیونکہ آپ صفات کاملہ اور اخلاق فاضلہ کے حامل ہیں۔ جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے، یعنی قرآن حکیم اور

جس کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے یعنی حضرت محمد ﷺ کی رسالت' ان کے مابین جو اتصال ہے وہ مخفی نہیں۔ اگر حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر اس قرآن حکیم کے سوا کوئی دوسری دلیل اور شہادت نہ بھی ہوتی تب بھی قرآن حکیم آپ کی رسالت پر دلیل اور شہادت کے لیے کافی ہے' بلکہ قرآن عظیم آپ کی رسالت پر ہمیشہ رہنے والی قوی ترین دلیل ہے۔ قرآن حکیم کی حقانیت کے تمام دلائل دراصل رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے دلائل ہیں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول مصطفی ﷺ کا سب سے بڑا وصف بیان فرمایا جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﴿عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾ ''سیدھے راستے پر گامزن ہیں'' جو معتدل ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ یہ راہ راست ایسے اعمال صالحہ پر مشتمل ہے جو قلب و بدن اور دنیا و آخرت کی اصلاح کرتے ہیں' جو اخلاق فاضلہ' تزکیۂ نفس' تطہیر قلب اور اجر میں اضافے کے حامل ہیں۔ یہی سیدھا راستہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کا وصف ہے۔ قرآن حکیم کی جلالت شان پر غور کیجیے کہ اس نے افضل ترین قسم اور جلیل ترین مقسم علیہ کو کیسے یکجا کر دیا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر ہی کافی ہے' مگر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنے رسول ﷺ کی رسالت کی حقانیت پر واضح دلائل اور روشن براہین قائم کیے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لیے ہم کچھ لطیف نکات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

یہ صراط مستقیم ﴿تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ﴾ وہ راستہ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور اسے اپنے بندوں کے لیے لائحہ عمل کے طور پر نازل فرمایا جو انھیں اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی قدرت کاملہ سے تغیر و تبدل سے محفوظ فرمایا' اس کے ذریعے سے اپنے بندوں کو اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں لے لیا جو انھیں اس کے دار رحمت میں پہنچاتی ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو اپنے دو کریم ناموں (الۡعَزِیۡزِ) اور (الرَّحِیۡمِ) پر ختم فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی رسالت پر قرآن حکیم کی قسم کھانے کے بعد' اس پر دلائل قائم کیے اور ذکر فرمایا کہ ان کی طرف رسول مبعوث کیے جانے کی سخت ضرورت تھی' ارشاد فرمایا: ﴿لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ﴾ ''تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے' لہٰذا وہ غافل ہیں۔'' اس سے مراد وہ ''اُمّی'' عرب ہیں جن میں کتابیں نازل ہوئی تھیں نہ رسول مبعوث ہوئے تھے' گمراہی ان پر چھا گئی تھی' جہالت نے ان کو اندھا کر دیا تھا اور وہ اپنے اوپر اور اپنی بے وقوفی پر جگ ہنسائی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھی میں سے ان کی طرف ایک رسول مبعوث فرمایا' تاکہ ان کو پاک کرے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے جبکہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے اور تاکہ وہ ''اُمّی'' عربوں اور ان کے بعد آنے والے ہر اُمّی کو گمراہی کے انجام سے ڈرائے۔

نیز اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو ان کتابوں کی یاد دہانی کراتا ہے جو ان کے پاس ہیں۔ یہ کتاب حکیم تمام لوگوں کے

لیے عام طور پر اور عربوں کے لیے خاص طور پر نعمت ہے مگر یہ لوگ جن کو برے انجام سے ڈرانے کے لیے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے' آپ کی دعوت اور انذار کے بعد وہ دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے آپ کی دعوت کو رد کر دیا اور آپ کے انذار کو قبول نہ کیا' یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ یعنی ان میں اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور اس کی مشیت نافذ ہو گئی کہ وہ اپنے کفر و شرک پر جمے رہیں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حق پیش کیا' مگر انھوں نے حق کو ٹھکرا دیا تب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

اللہ تعالیٰ نے ان موانع کا ذکر فرمایا جن کی وجہ سے ایمان ان کے دلوں تک نہ پہنچ سکا' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِىَ اِلَى الْاَذْقَانِ ﴾ ''بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں۔'' (اَغْلَالٌ) (غِلٌّ) کی جمع ہے یعنی وہ طوق جو گردن میں ڈالا جاتا ہے اور یہ گردن کے لیے ایسے ہی ہے جیسے پاؤں کے لیے بیڑی اور ان کی گردن میں پڑے ہوئے یہ طوق بہت بڑے ہوں گے۔ یہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک ہوں گے جس کی وجہ سے ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہوں گے۔ ﴿ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴾ پس وہ ان طوقوں کی سختی کی وجہ سے اپنے سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ان کو جھکا نہیں سکتے۔ ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ﴾ ''اور ہم نے ان کے آگے اور پیچھے ایک رکاوٹ کھڑی کر دی ہے'' جو ان کے ایمان لانے سے مانع ہے۔ ﴿ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ ''پس وہ نہ دیکھ سکتے۔'' جہالت اور شقاوت نے انھیں ہر جانب سے گھیر رکھا ہے اس لیے انذار انھیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔ ﴿ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''اور آپ انھیں نصیحت کریں یا نہ کریں' ان کے لیے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' وہ شخص کیسے ایمان لا سکتا ہے جس کے دل پر مہر لگا دی گئی ہو جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتا ہو۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے انذار کو قبول کر لیا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ ﴾ یعنی آپ کا انذار اور آپ کی نصیحت صرف اسی شخص کو فائدہ دے گی ﴿ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ ﴾ ''جس نے نصیحت کی پیروی کی۔'' جو اتباع حق کا قصد رکھتا ہے ﴿ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ﴾ ''اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرے'' جو ان دو اوصاف سے متصف ہے یعنی طلب حق میں قصد حسن اور خشیت الٰہی تو یہی وہ لوگ ہیں جو آپ کی رسالت سے فیض یاب اور آپ کی تعلیم سے تزکیۂ نفس کر سکتے ہیں' جسے ان دو امور کی توفیق بخش دی گئی ﴿ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ ﴾ تو اسے اس کے گناہوں کی بخشش کی خوش خبری دے دیجیے ﴿ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ اور اس کے نیک اعمال اور اچھی نیت کے باوقار اجر کی خوش خبری دے دیجیے۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ یعنی ہم انھیں، ان کے مر جانے کے بعد، دوبارہ زندہ کریں گے تاکہ ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دیں۔ ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا ﴾ ''اور ہم لکھتے ہیں وہ اعمال جن کو وہ آگے بھیجتے ہیں'' اچھے اور برے اعمال میں سے۔ اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو وہ اپنی زندگی کے دوران کرتے رہے ہیں۔ ﴿ وَاٰثَارَهُمْ ﴾ اس سے مراد وہ آثار خیر اور آثار شر ہیں جنھیں وہ اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد وجود میں لانے کا سبب بنے۔ ان اعمال نے ان کے اقوال، افعال اور احوال سے جنم لیا۔ بھلائی کا ہر وہ کام آثار خیر میں شمار ہوتا ہے جو بندے کے علم، اس کی تعلیم، خیر خواہی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے سبب سے وجود میں آتا ہے یا وہ علم جسے وہ اپنے متعلمین میں ودیعت کرتا ہے یا اس کی تحریر کے سبب سے وجود میں آتا ہے جس سے اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد فائدہ اٹھایا جاتا ہے یا کوئی نیک عمل جسے بندہ سرانجام دیتا ہے مثلاً نماز، صدقہ، یا کوئی بھلی بات جس کی دوسرے لوگ پیروی کریں، یا کسی مسجد کی تعمیر، یا کسی ایسی جگہ کی تعمیر جس سے لوگ استفادہ کرتے ہوں یا اس قسم کے دیگر کام، یہ سب آثار خیر میں شمار ہوتے ہیں جن کو اس کے لیے لکھ لیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح آثار شر ہیں، جن کو لکھ لیا جاتا ہے۔

بنا بریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ)) ① ''جس نے دین اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کا اجر اسے عطا ہوگا اور اس کے بعد جو کوئی بھی اس پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی ان کے اجروں میں کمی کرنے کے بغیر اسے ملے گا۔ جس کسی نے دین اسلام میں کسی برائی کو رواج دیا اس کا گناہ اس کو ملے گا اور ان لوگوں کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے جب کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ہر طریقے اور ذریعے سے اس کی طرف جانے والے راستے کی نشاندہی کرنے کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ برائی کی طرف دعوت دینے اور اس کو رائج کرنے والا سب سے گھٹیا مخلوق، سب سے بڑا مجرم اور سب سے زیادہ گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ ﴾ ''اور ہر چیز کو'' یعنی اعمال اور نیتوں وغیرہ کو ﴿ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''ہم نے ایک واضح کتاب میں درج کر رکھا ہے'' اس سے مراد (اُمُّ الْكِتٰب) ہے اور وہ تمام کتابیں، جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں، اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔ اور وہ لوح محفوظ ہے۔

① صحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة ......، ح: ۱۰۱۷۔

وقف لازم

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ

اور بیان کیجیے واسطے انکے ایک مثال بستی والوں کی جب آئے انکے پاس (اللہ کے) بھیجے ہوئے ○ جب بھیجے ہم نے انکی طرف (پیغمبر)

اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ

دو تو جھٹلایا انہوں نے انکو پس تقویت دی ہم نے انکو تیسرے کیساتھ، پس انہوں نے کہا: بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ○ انہوں نے کہا: نہیں ہو تم

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا

مگر بشر ہی ہم جیسے اور نہیں نازل کی رحمٰن نے کوئی چیز، نہیں ہو تم مگر جھوٹ بولتے ○ انہوں نے کہا: ہمارا رب

يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا

جانتا ہے کہ بیشک ہم تمہاری طرف ہی بھیجے گئے ہیں ○ اور نہیں ہے ہم پر مگر پہنچا دینا کھول کر ○ انہوں نے کہا: ہم نے تو نامبارک خیال کیا ہے

بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ

تمہیں البتہ اگر نہ باز آئے تم تو ضرور ہم سنگسار کر دیں گے تمہیں اور ضرور پہنچے گی تمہیں ہماری طرف سے سزا دردناک ○ انہوں نے کہا تمہاری نحوست

مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى

تو تمہارے ساتھ ہے کیا اگر نصیحت کیے جاؤ تم (تو یہ نحوست ہوگی؟) بلکہ تم ہی لوگ ہی ہو حد سے بڑھنے والے ○ اور آیا دور دراز مقام سے شہر کے ایک آدمی دوڑتا ہوا

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ ۙ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

اس نے کہا: اے میری قوم! پیروی کرو تم رسولوں کی ○ پیروی کرو تم ان کی جو نہیں مانگتے تم سے کوئی صلہ اور وہ ہدایت یافتہ ہیں ○

آپ کی رسالت کی تکذیب کرنے اور آپ کی دعوت کو ٹھکرا دینے والوں کے سامنے آپ یہ مثال بیان کر دیجیے، جس سے یہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اگر یہ غور کریں تو یہ مثال ان کے لیے نصیحت ہوگی۔ یہ ان بستی والوں کی مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ اگر بستی کے تعین میں کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا تعین فرما دیتا، لہٰذا بستی کے نام کے تعین کے درپے ہونا تکلف اور بلا علم کلام کے زمرے میں آتا ہے۔ جو کوئی اس قسم کے معاملے میں بلا علم گفتگو کرتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اس کی گفتگو بے تکی ہوتی ہے اور وہ اختلاف میں مبتلا ہے جس کو دوام نہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ علم صحیح کا طریق حقائق کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور ان امور میں تعرض کو ترک کرنا ہے جن کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس طریق سے نفس پاک ہوتا ہے اور علم میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ جاہل سمجھتا ہے کہ علم میں اضافہ ان اقوال کے بیان کرنے سے ہے جن کی کوئی دلیل نہیں اور ان اقوال کو بیان کرنے سے ذہن کو تشویش میں مبتلا کرنے اور اسے مشکوک امور کا عادی بنانے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو مخاطبین کے لیے مثال قرار دیا۔ ﴿ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ ''جب ان کے پاس رسول آئے۔'' اس بستی میں اللہ تعالیٰ کے

رسول مبعوث ہوئے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور دین کو صرف اسی کے لیے خالص کرنے کا حکم دیتے تھے اور انھیں شرک اور معاصی سے منع کرتے تھے۔ ﴿ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ﴾ ''جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا تو ان لوگوں نے دونوں کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے (ان کی) تائید کی'' یعنی ہم نے تیسرے کے ذریعے سے ان دونوں کو قوت عطا کی چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص اور حجت کے طور پر پے در پے رسول بھیجنے سے ان کی تعداد تین ہوگئی ﴿ فَقَالُوْٓا ﴾ تو رسولوں نے ان سے کہا: ﴿ اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ ہم تمھاری طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔'' اور انھوں نے رسولوں کو ایسا جواب دیا جو انبیاء و مرسلین کی دعوت کو ٹھکرانے والوں کے ہاں مشہور ہے۔

﴿ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ ''انھوں نے کہا: تم تو محض ہماری طرح کے آدمی ہو۔'' یعنی کس بنا پر تمھیں ہم پر فضیلت اور خصوصیت حاصل ہے۔ دیگر رسولوں نے بھی اپنی امتوں سے کہا تھا: ﴿ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ (ابرٰهیم: ١١/١٤) ''ہم تمھاری ہی طرح بشر ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔''

﴿ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ﴾ ''اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔'' یعنی انھوں نے رسالت کی عمومیت کا انکار کیا، پھر انھوں نے اپنے رسولوں سے مخاطب ہو کر ان کا انکار کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴾ ''تم تو جھوٹ بولتے ہو۔''

ان تینوں رسولوں نے جواب دیا: ﴿ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴾ ''ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں۔'' اور اگر ہم جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں سر عام رسوا کر دیتا اور ہمیں فوراً سزا دے دیتا ﴿ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ ''اور ہمارے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔'' یعنی ایسا پہنچا دینا جس سے ان تمام امور کی توضیح ہو جائے جن کا بیان کرنا مطلوب ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ یا تو معجزات کا یا جلدی عذاب کا مطالبہ ہے، جو ہمارے اختیار میں نہیں۔ ہماری ذمہ داری تو واضح طور پر پہنچا دینا ہے جو ہم نے پوری کر دی ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھول کھول کر تمھارے سامنے بیان کر دیا ہے اگر تم نے راہ راست اختیار کر لی تو یہ تمھارا ہی نصیب ہے اور اگر تم گمراہ رہے تو ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔

بستی والوں نے اپنے رسولوں سے کہا: ﴿ اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ﴾ ''بے شک ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' یعنی ہم سمجھتے ہیں کہ تمھارے آنے اور ہمارے پاس پہنچنے سے ہمیں شر کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ یہ عجیب ترین بات ہے کہ اس شخص کو جو ان کے پاس جلیل ترین نعمت لے کر آئے...... جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نوازتا ہے، ان کو وہ بلند ترین اکرام عطا کرے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے اور وہ سب سے زیادہ اسی چیز کے ضرورت مند

ہوں...... یہ کہا جائے کہ وہ شر لے کر آیا ہے جس نے ان کے شر میں اضافہ کر دیا اور وہ اس کو نحوست خیال کریں۔ یہ لوگ صرف اور صرف خذلان اور عدم توفیق کی وجہ سے اپنے ساتھی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جو دشمن کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔ پھر انھوں نے اپنے رسولوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ ﴾ ''اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمھیں رجم کر دیں گے۔'' یعنی ہم تمھیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے جو ہلاکت کی بدترین شکل ہے ﴿ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''اور تمھیں ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔'' ان کے رسولوں نے ان سے کہا: ﴿ قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ﴾ ''تمھاری فال بد تو تمھارے ساتھ ہے'' اور اس سے مراد ان کا شرک اور برائی ہے جو عذاب کے واقع ہونے اور نعمت کے اٹھا لیے جانے کا تقاضا کرتے ہیں۔ ﴿ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ﴾ ''کیا اس لیے کہ تمھیں نصیحت کی گئی؟'' یعنی ہم نے تمھیں اس چیز کی یاد دہانی کرائی جس میں تمھاری بھلائی اور تمھارا فائدہ تھا اور اس کے مقابلے میں تم نے یہ کچھ کہا: ﴿ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴾ ''بلکہ تم اپنی بات میں حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔'' ان کو دعوت دینے سے ان کے تکبر اور نفرت میں اضافے کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوا۔

﴿ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى ﴾ ''اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔'' یعنی جب اس نے رسولوں کی دعوت سنی تو وہ اپنی قوم کی خیر خواہی کے لیے دوڑتا ہوا آیا اور خود اس دعوت پر ایمان لے آیا۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کی قوم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا: پس اس نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ اس نے اپنی قوم کو رسولوں کی اتباع کا حکم دیا، ان کی خیر خواہی کی اور رسولوں کی رسالت کی شہادت دی۔ پھر اس نے اپنی شہادت اور دعوت کی تائید کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا ﴾ یعنی اس شخص کی اتباع کرو جو تمھاری خیر خواہی کرتا ہے، جو تمھارے لیے بھلائی لاتا ہے۔ وہ تم سے اس خیر خواہی اور راہنمائی پر تمھارے مال کا مطالبہ کرتا ہے نہ کوئی اجر چاہتا ہے اور جس کا یہ وصف ہو وہ قابل اتباع ہوتا ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ جو کسی اجرت کے بغیر دعوت دیتا ہے، ہو سکتا ہے وہ حق پر نہ ہو، اس لیے اس اعتراض کو رد کرنے کے لیے فرمایا: ﴿ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ ''اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔'' کیونکہ وہ صرف اسی چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کے اچھا ہونے پر عقل صحیح گواہی دیتی ہے اور صرف اسی چیز سے روکتے ہیں جس کے ''قبیح'' ہونے پر عقل صحیح گواہی دیتی ہے۔ شاید اس شخص کی قوم نے اس کی نصیحت قبول نہ کی بلکہ الٹا وہ اسے رسولوں کی اتباع اور اخلاص پر ملامت کرنے لگے۔